۱۴۲ سالہ پرانی کتاب عربی و فارسی کا اردو سلیس ترجمہ

مُنتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال

حدیث شد رحال کی شرح

روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری

مؤلف

حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ

صدر الصدور دہلی

ترجمہ

مولانا شاہ حسین گردیزی

باہتمام سید شاہ تراب الحق قادری

میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی ۲

نام کتاب : منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشدّ الرّحال

حدیث شدّ رحال کی شرح

مصنّف : حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ صدر الصدور دہلی

مترجم : مولانا شاہ حسین گردیزی

باہتمام : سید شاہ تراب الحق قادری

پیش کش : غلام محمد قادری

معاونت : محمد اسمٰعیل قادری، محمد جاوید سیگرانی

ضخامت : ۲۳ × ۳۶ آفسٹ ۶۴ صفحات

طباعت : بار اول ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ مطابق سنہ ۱۹۹۰ء

تعداد : ایک ہزار تقریباً

ناشر : مصلح الدین پبلی کیشنز کراچی

طابع : حنفیہ پاک پبلی کیشنز کراچی

ہدیہ :

ملنے کا پتہ

حنفیہ پاک پبلی کیشنز کراچی

بالمقابل شہید مسجد کھارادر کراچی

اِنتساب

ایک پیکرِ اخلاص و وفا، درویش صفت، فقیر منش،
عالم باعمل، اثرِ سلف، جواں عمر، جواں عزم، اور جواں مرگ دوست
علامہ عبدالمنعم ہزاروی مرحوم و مغفور
کے نام

جن کی کُل متاعِ دُنیا فقرِ بوذری تھا۔ اور جن کا سرمایۂ آخرت، حبِّ دین اور عشقِ مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تھا۔

جو محرّم ۱۴۰۰ھ کراچی میں ۲۹ برس کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جا ملے اور ان کی آخری آرام گاہ موضع کھدو نزد خان پور ضلع ہزارہ میں ہے
رحمہُ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

شاہ حسین گردیزی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ صدر الصدور دہلی برصغیر کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھی۔ خواص و عوام میں ان کے علم و فضل کا چرچا تھا۔ ارباب علم اور اصحاب دانش ان کی دہلیز پر جمع رہتے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ لطف اللہ تھا آباء و اجداد کا وطن کشمیر تھا مگر آپ نے ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء میں دہلی کی علم پرور فضا میں آنکھ کھولی۔ اُس وقت دہلی علما و صوفیہ کا مرکز تھا۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی منقولات و معقولات میں عالمگیر شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے ان دونوں درسگاہوں سے استفادہ و استفاضہ کیا۔ برصغیر کے مشہور معقولی عالم حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی آپ کے ہم سبق تھے۔

حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی کے بعد صدر الصدور کے عہدہ پر پچیس ۲۵ برس تک فائز رہے، علوم و فنون کی تدریس کے بڑے ماہر تھے، طلباء کی کثیر تعداد آپ سے مستفید ہوتی رہی۔ شاہ جہانی دور کی ایک تباہ شدہ درس گاہ دار البقا کا احیاء کیا۔ اپنے پاس سے اساتذہ اور طلبائ کے اخراجات ادا کرتے اور خود بھی درس دیتے اُس وقت دہلی کے نامی گرامی علماء، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا امام بخش صہبائیؒ، مولوی عبد اللہ خاں علوی، مولوی نصیر الدین شافعی، مولوی عبد الخالق، مولوی محبوب علی، مولوی کرامت علی، مولوی مملوک علی، مفتی رحمت علی، مولوی کریم اللہ، مولوی نور الحسن، مولوی امان علی، مولوی محمد جان اور مولوی رستم علی آپ کے رفیق و جلیس تھے اور یہ تمام حضرات آپ کے علمی قابلیت کے مدّاح و معترف تھے۔

انگریزوں کے خلاف جب جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا۔ فتویٰ جہاد پر دستخط کئے۔ اور عملی جہاد میں بھی شریک رہے، بعد میں گرفتار ہوئے جائیداد اور کتب خانہ ضبط ہوا، مقدمہ چلا اور جرم ثابت نہ ہو سکا اس لئے رہائی ہو گئی۔ آدھی جائیداد واپس مل گئی۔ مگر تین لاکھ مالیت کے کتب خانے سے ایک کتاب بھی نہ مل سکی۔ اپنے اوقات عزیزہ دینی و علمی کاموں میں صرف فرماتے اور شب و روز یوں ہی تمام کرتے۔ ۸۱ برس کی عمر میں ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء کو انتقال فرمایا اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ کے احاطے میں دفن ہوئے۔

آپ کو شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ آزردہ تخلص کرتے تھے، بڑے بڑے شعراء آپ کی محفل میں حاضری باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ صہبائی، غالب، مومن، شیفتہ اور نصیر کے تو آپ سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ آپ نے تدریس افتاء اور قضا کے علاوہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی اور چند کتابیں آپ سے یادگار ہیں جن میں تذکرۃ الشعراء، امتناع النظیر، زوجہ مفقود الخبر کے نکاح کے حکم اور منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر کتاب "منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال" عربی و فارسی میں ۱۲۶۸ھ میں شرف المطابع دہلی سے طبع ہوئی اور دوبارہ شائع نہ ہو سکی اس دور کی عام زبان فارسی تھی اور متوسط لوگوں کے لئے عربی اجنبی نہیں تھی۔ اب تو فارسی مرحوم ہو چکی ہے اور عربی کی زندگی کچھ غریب الوطنی اور ابن السبیل قسم کے لوگوں کا دم غنیمت ہے۔ اس لئے اس کتاب کے انمول نکات اور قیمتی بیانات کو منتقل کرنے کے لئے اردو کی ضرورت محسوس ہوئی مجھے کئی بزرگوں اور دوستوں نے اس طرف توجہ دلائی لیکن میں نے اپنے جواں مرگ دوست حضرت مولانا عبد المنعم ساکن کھدو نزد منگ ضلع ہزارہ کے مسلسل اور پیہم اصرار پر اس کا ترجمہ کیا مگر افسوس کہ وہ اس کی تکمیل سے پہلے ہی ایک ایسی

سمت روانہ ہو گئے جہاں سے کوئی کبھی واپس نہیں آیا۔

یہ ترجمہ میرے بالکل ابتدائی دور کا ہے۔ مجھے اس پر نظر ثانی کا موقع بھی نہیں ملا تاہم میں نے اسے آسان بنانے کی پوری کوشش کی ہے تاکہ اردو داں طبقہ اس سے بہتر طور پر مستفید ہو سکے کئی جلی اور خفی عنوانات سے مزین کیا ہے۔ اور قارئین کی آسانی کے لئے فہرست بھی مرتب کر دی ہے اس لئے امید ہے کہ عوام اس سے کما حقہ، فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن بعض چیزیں صرف ارباب علم کے ذوق کی ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے اس رسالہ پر ان کے معاصرین میں سے دو جلیل القدر فاضلان ہند حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی اسیر کالا پانی اور حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مراد آبادی کی تقریظات و تائیدات عربی میں موجود ہیں میں نے اپنے محسن اور کرم فرما حضرت مولانا محمود احمد برکاتی کے مشورہ اور پھر حکم سے انہیں بے ترجمہ ہی رہنے دیا۔

آخر میں میں مصلح الدین پبلی کیشنز کراچی کے سرپرست حضرت مولانا شاہ تراب الحق قادری اور ناظم جناب غلام محمد قادری کا بیحد ممنون و سپاس گزار ہوں کہ ان حضرات نے ۱۴۲ برس بعد دوبارہ اس رسالہ کی اشاعت کا اہتمام فرمایا تاکہ اکابر و اسلاف کا فیضان عام ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو عروج صعود سے نوازے اور مسلک اہل سنت و جماعت کی ترقی و اشاعت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

والسلام

شاہ حسین گردیزی

دار العلوم مہریہ صحافی سوسائٹی گلشن اقبال کراچی

حمد و نعت و منقبت

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے بیت اللہ کو تمام انسانوں کے لئے رجوع، امن کا مقام رہنما اور برکت والا بنایا اور مدینہ منورہ کو تمام آبادیوں پر فضیلت اور خیر العباد حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی اقامت سے مشرف فرمایا اور تمام فضائل کا مجموعہ بنایا۔ اور وہ (مدینہ منورہ) لوگوں کو اس طرح پاک کرتا ہے جس طرح دھونکنی لوہے کو پاک کرتی ہے اس میں " باغات جنت" میں سے ایک باغ ہے اس میں دخول گناہ کی ڈھال ہے۔ بیت المقدس کو عزت دی۔ اس کے اردگرد کو بابرکت بنایا اس کی مجد و سروری کو عوام میں مشہور کیا۔ اور مہبط وحی، انبیاء کرام کا معبد اور اپنے نیک اور پاکیزہ بندوں کے لئے سکون و قرار کا مقام بنایا اور تین مسجدوں کو روئے زمین کی مسجدوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا۔ ان کے تمام فضائل بیان اور شمار میں نہیں آسکتے۔ کسی کلام اور انتظام سے ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ ہر شہر، گاؤں اور بیابان سے ان کی طرف شدّ رحال کیا جاتا ہے۔ ان میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایک لاکھ، ایک ہزار اور پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر جو ہر رکوع اور سجدہ کرنے والے سے برتر و بلند ہیں۔ اور ان کی اولاد و اصحاب پر جو پاکیزہ، شریف، بزرگ اور مساجد میں ذکر الٰہی کرنے والے ہیں۔

اور ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جو ان لوگوں کے آثار سے وابستہ

ہیں جنہوں نے احکام اور عقائد اسلام میں استنباط اور تحقیق کی۔ اس کے اصول و قوانین کی تہذیب اور دلائل و براہین کی تلخیص کی اور قواعد دین کو مستحکم اور آسان کرنے میں سعی و کوشش کی۔ اس کی بنیادوں کو بلندی اور شہرت دی۔ مسترشدین کو ایضاح حجت سے ہدایت کی روشنی دکھائی اور مخالفین کو اقامت حجت سے خاموش کیا۔ شریعۃ حنیفیہ اور ملت بیضاء کے قواعد و قوانین کی حفاظت کی اور اہل بدعت و ہوا کے شکوک و شبہات دور کئے۔ شکر اللہ سعیھم واعاد الینا نفعھم۔

سببِ تالیف

اما بعد، بندہ مسکین محمد صدر الدین گزارش کناں ہے کہ اس زمانہ میں علم کے نشانات مٹ چکے ہیں اس کا مقام و مرتبہ دلوں سے محو ہو چکا ہے اس کی نہریں خشک اور پیڑ اکھڑ گئے ہیں۔ اس کے شمس و قمر غروب ہو گئے اس کے معاونین اور مددگاروں نے پشت پھیر لی ہے، اس کے متحرک اور ساکت ستارے غائب ہو گئے اس کے جاننے اور اس میں مہارت رکھنے والے گزر گئے۔ چنانچہ آج عیب اور نقص واضح ہے، علم مغلوب اور جہالت مطلوب ہے۔ نقص کمال اور حماقت جمال ہے کمال اور حکمت ضلالت ہے۔ عقل فضول اور بیہودہ گوئی مقبول ہے۔ بدعت سنت اور ضلالت حکمت ہے تحصیل حق کی تحقیق میں ہمتیں عاجز ہیں۔ اس راہ سے لوگوں کے قدم ایسے ہٹے کہ اب علم میں کوئی رغبت والا نہیں اور نہ ہی کوئی صاحب علم ہے جسے فضیلت سے مخاطب کیا جا سکے۔ مزاج ایسے ہو گئے جیسے جہالت و رذالت ان کی سرشت اور طینت میں داخل ہے۔ علم کا صرف نام اور دین کی، صرف رسم باقی ہے اور جن کو جہلاء نے علماء کا لقب دے رکھا ہے ان میں سے اکثر کی حالت اہل زمانہ سے پوشیدہ نہیں۔ ان کے دلوں پر پردے ہیں بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی۔

جس چیز کو وہ حق جانتے ہیں جب ان کے سامنے آتی ہے تو اس سے انکار کا ارادہ کرتے ہوئے تلبیس اور تدلیس سے کام لیتے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنی عمر کو ضائع کر رہا ہے لئے انوار الٰہیہ سے روشن نہیں کرتا اور گمان کرتا ہے کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے۔

اور ان کی منتہائے نظر درایت و روایت میں بصیرت کے بغیر کافی اور کفایہ کی عبارت نقل کرنی ہے اور انہوں نے غیر معتمد کتب فتاویٰ سے شرار دن کو سپرد قرطاس کیا۔ یا شخص معین سے نقل کرنا ہے یا غیر معلوم فرد سے، اور فن ادلہ اور اصول کی تحصیل کا خیال تک ان کے دلوں میں نہیں گزرتا۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ صاحب ذھول اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو اساس اور اصل کے بغیر بیان کرتا ہے، اور جب ان سے ان کے معتقدات کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ کسی دلیل اور قیاس پر قادر نہیں ہوتے۔

اہل زمانہ پر افسوس ہے کہ انہوں نے (تحصیل علم) کو فراموش کر رکھا ہے اور اس کی طلب ان لوگوں کے لئے فضول ہو گئی ہے اور ایک جماعت کے نزدیک مرجوح قول کو اختیار کرنا پسندیدہ ہے جس سے نہ بھوک ختم ہوتی ہے اور نہ پیاس بجھتی ہے اور ایک جماعت مشکوک فقہی روایات سے "کلُ جدید لذیذ" کا گمان کرتے ہوئے تمسک پکڑتی ہے اور ایسا لوگوں کا تمام سرمایہ ائمہ مجتہدین پر طعن و تشنیع کرنا ہے اور ان کی تمام کاریگری صراط مستقیم کے راہ رو اولیا مقربین پر ردّ و قدح کرنا ہے ان کی اساس اور رئیس ابن تیمیہ اور ابن حزم ہیں دونوں صراط مستقیم سے دور تھے بلکہ میدانِ تیہ میں کسی ہادی اور دلیل کے بغیر سرگرداں رہے وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے تھے۔

اور ایک جماعت اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتی ہے ان کے آثار کے ساتھ اقتداء کرتی ہے۔ اگرچہ وہ "لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْاً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ" تھے اور بعض قرآن اور احادیث سے احکام کا استنباط کرتے ہیں اور علوم میں سے کوئی چیز نہیں جانتے

حتیٰ کہ علم لسان سے بھی بے بہرہ ہیں جب ان کے سامنے کوئی مشکل مسئلہ آتا ہے تو اندھے ہو جاتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے رائے زنی کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ بھی تقلید و اتباع سے کنارہ کش ہیں اور کہتے ہیں کہ (اہلسنت و جماعت کی راہ) صراط مستقیم نہیں ہے اور جب اپنے اکابر کا معاملہ آتا ہے تو ان کا قول حجت اور دلیل کے بغیر قبول کر لیتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے "علماء کے وجود سے اس امت پر احسان فرمایا جنہوں نے ہر دور میں "تحصیل علم" کے لئے مصائب و شدائد برداشت کئے۔ اپنے مفاد کو نظر انداز کیا، تحصیل علوم میں اپنی عمریں صرف کیں۔ شب و روز کی محنت سے "اکتساب فضائل" میں تابندگی باقی رکھی اور سود مند تصنیفات اور تالیفات کیں۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے ان کی طرف رجوع کیا اور جد و جہد کی حق کو حق دیکھا اور ان کے متبعین میں اضافہ کیا اور اس قوم کے لئے ہلاکت ہے جس کا رجوع ان نفوس قدسیہ کی طرف نہیں۔ کیا ایسے لوگوں پر یہ آیت کریمہ نہ پڑھی جائے۔ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور ہمارے لئے (ان کی گمراہی) پر ان کے اکابر (ابن تیمیہ وغیرہ) کی گمراہی سند کے طور پر کافی ہے ان کے اکابر نے حدیث شریف لاتشد الرحال سے تمسک کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام کی زیارۃ قبور کے لئے سفر کو حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ ایسے افراد کے لئے میں نے پریشان حالی کے باوجود حدیث لاتشد الرحال الخ کی ایسی شرح لکھی جو ان لوگوں کو ضلالت اور گمراہی سے نجات دے۔ تو انکی گردنیں جھک گئیں اور کہا ہم نے اس "حق مبین" کو تسلیم کیا جو آپ ہمارے پاس لائے۔ اللہ جل جلالہٗ سے سوال ہے کہ وہ ہمیں صدق و صواب کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے عقول کو شک و ارتیاب اور کجروی سے محفوظ رکھے، اور حق کے ساتھ ہمارا شرح صدر کرے۔ حل مشکلات کے دروازہ کھول دے۔ وہ بڑی قدرت والا اور اس پر قادر ہے۔ اور دعا کو قبولیت بخشنے والا ہے۔

حدیث شدِ رحال

بخاری باب " فضل الصلوٰۃ فی مسجد المکۃ والمدینۃ " میں حضرت ابو ہریرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجد الرسول ومسجد الاقصیٰ اور " مسجد بیت المقدس کی فضیلت کے باب " میں حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لاتشدُّ الرِحالُ الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام ومسجد الاقصیٰ ومسجدی ہذا اور اسی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کو روایت کیا۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لاتشدّ الرحالُ الا الی ثلثۃ " مساجد مسجد الحرام ومسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا متفق علیہ۔

ان احادیث میں " مساجد ثلثہ " میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے۔ یہ مساجد اپنے فضائل مختصہ کی وجہ سے تمام مساجد سے برتر ہیں۔

معنی نہی میں خبر ہے

لَاتُشَدُّ معنی نہی میں خبر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَایُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَاشَہِیۡدٌ اور جیسے کہا جاتا ہے کہ تَذۡھَبُ اِلٰی فُلَانٍ تَقُوۡلُ لَہٗ کَذَا اس کا معنی یہ ہوگا اِذۡھَبۡ اِلٰی فُلَانٍ وَقُلۡ لَہٗ کَذَا اور یہ (خبر) نہی صریح سے زیادہ بلیغ ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں ایہام ہے کیونکہ منہی سارع الی الانتہا ہے اور اس سے خبر دے رہا ہے اور اصولی کہتے ہیں کہ شارع علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خبر امر اور نہی سے زیادہ مؤکد ہے۔ پس یہ کلام صورۃ" نفی اور معنیً نہی ہے۔ یعنی لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلٰی غَیۡرِ ھَا مِنَ الۡمَسَاجِدِ

اور اس اخبار کا لَا یُسَافِرُ کے بجائے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ کے الفاظ سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ "شدِ رحال" کی نفی مسافرت کی تمام صورتحال کو شامل ہے۔ یعنی اسباب اور زادِ راہ تیار کرنا آلات وادوات مہیا کرنا یعنی سوار اور باربرداری کے جانور تیار کرنا۔ سفر کا ساز وسامان جمع کرنا اور پالان کو اونٹ پہ باندھنا اور یہ معنی لَا یُسَافِرُ میں نہیں پایا جاتا۔ جب لَا تُشَدُّ الخ کو نہی کے بجائے خبر پر محمول کریں گے تو تقدیرِ عبارت یوں ہوگی۔

لاینبغی ولا یستقیم ان تشد الرحال ویسافر الی مسجد بقصد ادراک فضیلة الصلوة فیه الا الی هذه المساجد الثلثه. لفظ "مساجد" جو کہ اس کلام میں مستثنیٰ منہ ہے ہم نے چند وجوہات کی بنا پر اسے مقدر مانا ہے۔

پہلی وجہ یہ استثنا مفرغ ہے اور استثنائے مفرغ اکثر مقدر ہوتا ہے اس سے مستثنیٰ منہ میں قوت پیدا ہوتی ہے تاکہ مستثنیٰ اور اس کے غیر کو شامل ہو ورنہ نہی سے خبر کی طرف اخراج بے سود ہوگا۔ اور مستثنیٰ منہ مقدر اور مستثنیٰ مِنْ حَیْثُ الْجِنْسِ وَالْوَصْفِ کے مابین مناسبت ضروری ہے اور مناسبت کا جنس مستثنیٰ منہ میں ہونا اس حیثیت سے کہ اس کا اطلاق مستثنیٰ پر صحیح ہو مرادِ نہیں لیا گیا بلکہ مراد اخص معنی مذکورسے ہے۔ مثلاً اس مثال "ماضرب الازید احد" کی تقدیرِ عبارت یوں ہوگی۔ ماضرب احدٌ الازیدٌ لاشئ ولاجسم ولاحیوان اس مثال ماکسوته الاجبة لباساً اور اس مثال میں ماجاء الاراکباً کائناً علی حال من الاحوال اور اس مثال میں ماسفرت الایوم الجمعه وقتا من الاوقات اور اس مثال میں ماصلیت الافی المسجد فی مکان اور اس مثال میں ماصلیت الافی المسجد الجامع میں "فی مسجد من المساجد" کو مقدر کیا گیا اور مناسبت سے مراد وصف مناسبت ہے مستثنیٰ من حیث الجنس والوصف اور مستثنیٰ منہ مقدر کی مگر وصف فاعلیت یا مفعولیت یا ظرفیت یا آلیت وغیرہ میں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ استثنائے مفرغ میں مثل مستثنیٰ منہ عام کے زیادہ قریب ہوگا کہ مستثنیٰ مقدر کیا جائے اور مقتضائے مقام کی رعایت کی وجہ سے تقدیر عام

کو واجبات میں شمار کیا جائے اور ما نحن فیہ میں "قصد صلوٰۃ" کی قید محدثین کرام کی متفق علیہ ہے۔

یعنی لا تشد الرحال لقصد الصلوٰۃ الا الی ثلثۃ مساجد پس اس کے مستثنیٰ منہ نے مقتضائے مقام کے مطابق جگہ چاہی ہے یعنی بندگان خدا کے لئے جو جگہ موافق ہے اور وہ "مَا ھُوَ اِلَّا الْمَسْجِدُ" کیونکہ مسجد عبارت ہے اس مقام سے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے علماء اہل عربیت اور نحویوں کی استثنائے مفرغ میں یہی تحقیق ہے اور علماء اصول کے نزدیک بھی یہی محقق ہے۔

علماء اصول کی تحقیق

مسلم الثبوت میں ہے فالاوجہ ان مبناہ اعتبار نوع المستثنی المفرغ او جنسہ فقدر الحنفیۃ الاول والشافعیۃ الثانی والراجح الاول لان المتبادر من ما فی الدار الا زید انہ لیس فیہا انسان الا زید لا حیوان۔

اس کی شرح میں حضرت مولانا عبد العلی فرماتے ہیں یہ قول امام ابن ہمام کی تحریر کے مطابق و موافق ہے جو کہ فخر الاسلام بزدوی کے مبحث قیاس سے ماخوذ ہے اور حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ان کان فی الدار الا زید فعبدی حر، میں مستثنیٰ منہ "بنو آدم" ہے اور اگر "الا زید" کے بجائے "الا حمار" ہو تو مستثنیٰ منہ حیوان ہوگا اور اگر "الا حمار" کے بجائے "الا ثوب" ہو تو مستثنیٰ منہ "کل شئ" ہوگا جو شخص کلام میں معمولی استقراء اور تدبر رکھتا ہے اس پر یہ بات واضح ہے کہ مستثنیٰ منہ سے اقرب نہیں ہوتا۔ فخر الاسلام بزدوی شروط قیاس کے باب میں لکھتے ہیں مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ جس چیز میں نفی سے استثنا کی گئی ہے جیسا کہ "جامع" میں ہے کہ اگر کسی نے کہا ان کان فی الدار الا زید فعبدی حر، اس صورت میں مستثنیٰ منہ "بنو آدم" ہوگا اور اگر "الا حمار" کہا تو مستثنیٰ منہ حیوان ہوگا۔ اور حیوان جس کی سکونت کا ارادہ کیا گیا ہے اور اگر "الا متاع" کہا تو مستثنیٰ منہ "کل شئ" اور التحقیق شرح حسامی میں ہے کہ جب نفی میں مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو مستثنیٰ کے موافق تحقیق استثنا کے لئے ثابت اور مقدر تسلیم کیا جائے گا اور یہ صورت "جنس من حیث الحقیقۃ" میں

بھی درست ہوگی۔ اگر کسی نے کہا ان کان فی الدار الا زید فعبدی حر، تو اس میں مستثنیٰ منہ "بنو آدم" ہوگا۔ گویا کہ اس نے یہ کہا ان کان فی الدار احدٌ من بنی آدم فکذا۔ اس صورت میں اگر گھر میں چوپایہ یا ساز و سامان ہوا تو وہ شخص حانث نہیں ہوگا اور اگر اس نے "الا حمار" کہا تو مستثنیٰ منہ "حیوان" ہوگا (وہ حیوان جو سکونت کا ارادہ کرسکتا ہے) اس صورت میں اگر اس کے گھر ساز و سامان ہوا تو وہ شخص حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے "الا ثوب" کہا تو مستثنیٰ منہ "کل شئی یقصد بالسکنی والامساک فی الدور" ہوگا اگر اس گھر میں انسان یا چوپایہ یا کپڑے کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز ہوگی جس کے "امساک فی الدور" کا ارادہ کیا گیا تو حانث ہوگا۔

یاد رہے کہ صاحب مسلم الثبوت نے اس مقام پر نوع و جنس سے مراد منطقیوں کی اصطلاحی نوع و جنس مراد لی ہے اور اس میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف نقل کیا ہے حالانکہ حنفیہ اور شافعیہ کی اصول کی معتبر کتب میں ہے کہ جنس مستثنیٰ مفرغ سے مراد منطقیوں کی اصطلاحی جنس نہیں ہے بلکہ اصولیوں کی جنس مراد ہے جو کہ منطقیوں کے نزدیک نوع ہے۔ عضدی اور علامہ تفتازانی کے حاشیہ میں بحث قیاس میں ہے

ان اصطلاح الاصولیین فی الجنس یخالف اصطلاح المنطقیین فالمندرج کالانسان جنسٌ والمندرج فیہ کالحیوان نوع اور منطقیوں کے نزدیک اس کا عکس ہے اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اتفاق فی الحقیقۃ جنس ہے۔ اور اختلاف فی الحقیقۃ نوع ہے اور جامع الرموز کتاب البیع میں اسی طرف اشارہ ہے کہ الجنس اخص من النوع عند الاصولیہ (اصولیوں کے نزدیک جنس نوع سے اخص ہے) چونکہ حنفیہ کی بعض کتب میں جنس مستثنیٰ مفرغ   کو منطقیوں کی اصطلاحی نوع سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حنفی مستثنیٰ مفرغ کی نوع اور شافعی مستثنیٰ مفرغ کی جنس مقدر کرتے ہیں حالانکہ فریقین کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے علامہ حمیدی کی "المتفق والمختلف" میں ہے کہ اگر ایک آدمی نے یہ حلف اٹھایا کہ "لا یضرب الا زیداً" اور زید کے علاوہ کسی دوسرے

آدمی کو مارا تو حانث ہو جائے گا اور اگر انسان کے علاوہ کسی دوسرے حیوان کو مارا تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی دونوں کے نزدیک حانث نہیں ہوگا اور تمام محقق علما شافعیہ نے حدیث "لاتشد الرحال" میں مستثنیٰ منہ لفظ "مساجد" کو مقدر قرار دیا ہے اس کی تفصیل عنقریب آئے گی جو اس تحقیق کی مؤید ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ استثنا مفرغ میں مستثنیٰ منہ اقرب الی المستثنیٰ ہونا چاہیئے دور اور غیر متداول نہیں ہونا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ علما حنفیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی لاتبیعوا الطعام بالطعام الاسوا بسوا میں فرماتے کہ اس کا مستثنیٰ منہ "حال من الاحوال" ہے یعنی اصل عبارت یوں ہوگی۔ لاتبیعوا الطعام بالطعام فی حال من الاحوال الا فی حال المساوات اور "حال من الاحوال" اگرچہ قلیل کو بھی شامل ہے مگر مستثنیٰ سے دوری کی بنا پر مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اس لئے اس کا مستثنیٰ منہ احوال کثیر ہے جو مساوات، مفاضلت اور مجازفت میں منحصر ہے چنانچہ مساوات حلال اور مفاضلت و مجازفت حرام ہے اور مذکورہ بالا حدیث میں قلیل سے تعرض نہیں کیا گیا کیونکہ "الاصل فی الاشیاء اباحتہ" کے مطابق وہ اپنی اباحت پر باقی ہے اور یہی کیفیت "بیع جفنہ بالجفنہ اور بالجفنتین" کی ہے یعنی ایک مشت گندم کی بیع یا اس کی مثل دوسری چیز کی بیع اس کی جنس سے ایک مشت گندم سے یا دو مشت گندم سے جائز رکھتے ہیں۔

مستثنیٰ منہ کے مقدر ہونے کی دوسری وجہ

صحیح البخاری کے ترجمہ باب کی مطابقت اور لاتشد الرحال کی مابعد حدیث نا نغایۃ دیان با علیٰ ندا علیٰ ذ اللہ سے مناسبت اس بات پر دال ہیں کہ لاتشد الرحال کا مستثنیٰ منہ "مساجد" ہے کیونکہ یہ باب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مساجد میں فضیلت صلوٰۃ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ حدیث اول لاتشد الرحال میں تمام مساجد سے مساجد ثلثہ میں فضیلت صلوٰۃ مقصود ہے اس صورت میں حدیث ترجمہ باب اور غرض مسوق لہ کے مطابق ہوگی اور اس کے مابعد والی حدیث جو حضرت

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام بھی ترجمہ باب کے مطابق ہے۔ اور حدیث اوّل کے معنی کی کاشف ہے اور جملہ مساجد پر مساجد ثلٰثہ کی فضیلت اور ان میں ادائے نماز پر ثواب کی زیادتی میں صریح ہے اس لئے کہ الا المسجد الحرام کا مستثنیٰ منہ باتفاق شراح بخاری "مساجد" ہے یعنی فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام لا مُوضع مِن المواضع چنانچہ حضرت میمونہ والی حدیث میں مستثنیٰ منہ کی تصریح لفظِ "مساجد" سے ہے۔ مسلم اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس روایت ہے۔ عن میمونہ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ فیہ افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ من المساجد الا مسجد الکعبۃ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر والی حدیث جسے عطا ابن ابی رباح سے احمد، بزار اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ عن عبداللہ ابن زبیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں صرف مساجد ثلٰثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف ارادہ صلوٰۃ سے سفر کرنے سے روکا گیا ہے اور مدعا یہ ہے کہ "شد رحال" ارادہ صلوٰۃ کے ساتھ پورے عالم میں مساجد ثلٰثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف ورودِ نص کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اگرچہ وہ مسجد قبا یا مسجد خیف ہی کیوں نہ ہو اور اس (ازدیاد ثواب کی نوع) میں قیاس کو دخل نہیں ہے۔ اگر کوئی مساجد ثلٰثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف اس ارادہ سے سفر کرے کہ وہ مسجد انبیاء کرام اولیاء عظام اور صلحا کے جوار پڑوس میں ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد سے افضل ہے ایسا سفر اس نہی اور منع میں داخل ہے۔

بعض شبہات کا ازالہ

عینی شرح بخاری میں ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی لا تشد الرحال اور "یاتی مسجد قباء راکب" میں تطبیق کیسے ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد قبا

ان مساجد سے نہیں جن کی طرف شد رحال کیا جاتا ہے یعنی اس لئے وہ حدیث مذکور میں شامل نہیں ہے اور حضرت عمر کا قول ہے کہ "کاش یہ مسجد زمین کے کسی دور دراز خطہ میں ہوتی کہ اونٹ اس تک رسائی کے لئے ہلاک نہ ہوتے" حنفیہ کے علماء اعلام اور اہل تحقیق کے نزدیک صحیح اور ثابت نہیں ہے اور وہ سفر جو مذکورہ بالا ارادہ سے نہ ہو اور اس سے مقصود صرف مسجد کا مشاہدہ ہو یا اس کی عجیب و غریب تعمیر کی وجہ سے ہو، یا کسی عالم دین سے حصول تعلیم کے لئے ہو، یا ایسے بزرگ کی زیارت کے لئے ہو جو اس مسجد میں مقیم ہیں تو ایسا سفر ممنوع نہیں اور اسی طرح اولیاء و صلحاء کے مقابر کی زیارت اپنے حال پر باقی ہے. یعنی نہ حرام، نہ مکروہ بلکہ مباح ہے اور کسی جہت سے بھی مذکورہ بالا نہی میں داخل نہیں ہے۔

وجہ سوم

حدیث سے حدیث کی تشریح

مستثنیٰ منہ کے مقدر ہونے پر خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث مفسر ہے. یعنی حدیث لاتشد الرحال کی تفسیر جو کہ بعض طریقوں سے بڑی توضیح اور تصریح سے مذکور ہے اور الاحادیث والآیات تفسر بعضھا بعضاً (آیات اور احادیث ایک دوسرے کی مفسر ہوتی ہیں) مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری کے سامنے کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر ہوا. تو آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ لاینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و مسجدی ھذا اور علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے میں کہتا ہوں کہ جو شخص علماء متقدمین اور متاخرین کے اقوال میں مہارت رکھتا ہے اس پر یہ عیاں ہے کہ ای تفسیر احسن من تفسیر الحدیث بالحدیث (حدیث بالحدیث سے زیادہ اچھی تفسیر کون سی ہے) یہی وہ

حق ہے جس کے کناروں سے بھی شبہ کا گزر نہیں ہوا اور یہی وہ صحیح قول ہے جس میں خطا کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

وجہ چہارم

"اس حدیث کی شرح کے بارے میں جمہور محدثین، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور مشکوۃ کے تمام شارحین اور اکابر فقہا حنفیہ و شافعیہ کے اقوال مبارکہ"

علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ھذا باب فی بیان فضل الصلوۃ فی مسجد مکہ و مسجد مدینہ علی ساکنہا افضل الصلوۃ والسلام۔

اگرچہ بیت المقدس ان میں شامل ہے مگر اس کا ذکر الگ کیا ہے۔

سوال اگر آپ کہیں کہ باب مذکورہ میں تو صلوۃ کا ذکر ہے مگر حدیث میں لفظ صلوۃ موجود نہیں ہے۔

جواب میں کہتا ہوں مساجد مذکورہ کی طرف کوچ کرنے سے مراد ہی "قصد صلوۃ" ہے۔ پھر فرمایا ترجمہ باب کے ساتھ حدیث ابی ہریرہ کی مطابقت ظاہر ہے مگر حضرت ابوسعید خدری والی حدیث کا مکمل متن ذکر نہیں کیا صرف ان کے قول پر اکتفا کیا۔ اور حضرت ابوسعید خدری حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہو چکے ہیں اور اس کا مکمل ذکر چار ابواب کے بعد" باب مسجد بیت المقدس" میں آئے گا اور یہ بحث چار ابواب پر مشتمل ہے اور چوتھا باب مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف شد رحال سے منع میں ہے۔

سوال اگر کوئی سوال کرے غیر مستثنیٰ مکان کی طرف سفر جائز نہیں حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور دیگر انبیاء کرام کے مقابر کی طرف بھی شد رحال جائز نہیں ہوگا۔ مستثنیٰ منہ مفرغ کے لئے لازمی ہے کہ اس کا مقدر عام ہو۔

جواب یہاں عام سے مراد وہ عام ہے جو از روئے نوع اور وصف مستثنیٰ کے

مناسب ہو جیسے ما رایت الا زیداً کی تقدیر عبارت یوں ہو گی ما رایت رجلاً واحداً الا زیداً تو اس صورت میں حدیث مذکورہ کی تقدیر عبارت یوں ہو گی۔ لاتشد الرحال الی مسجد الا الی ثلثۃ مساجد۔

علامہ بدر الدین عینی

علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت زین الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کا صحیح ترین مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مساجد کا حکم ہے یعنی مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ لیکن مساجد کے علاوہ حصول علم، تجارت، سیر، زیارت صالحین زیارۃ مقابر اور دوستوں سے ملاقات کی نیت سے سفر کرنا اس نہی میں داخل نہیں اور بعض روایتوں میں تو یہ بات تصریح کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی

امام ابو جعفر طحاوی مشکل الاثار میں باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المساجد التی لاتشد الرحال الا الیھا ومن فضل الصلوۃ فیھا علی غیرھا من المساجد وفی تساویھا فی ذالک اوفی فضل بعضھا میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو فرماتے سنا کہ لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی ھذا امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم نے اس سے یہ سمجھا کہ ان "مساجد ثلثہ" کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف فضیلت صلوۃ کے لئے سفر کرنا منع ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان مساجد میں بھی فضیلت صلوۃ برابر ہے یا کمی بیشی ہے اور یہ دونوں باتیں اس وقت معلوم ہوئیں جب ہم نے اس حدیث مبارکہ میں فکر کی۔

امام شہاب الدین عسقلانی

امام شہاب الدین عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں قولہ الا الی ثلثۃ مساجد یہاں مستثنیٰ منہ محذوف ہے اب یہاں پر یا تو مقدر عام مانیں گے یا خاص، پہلی صورت میں عبارت یوں ہوگی لاتشد الرحال الی مکان فی ای امر کان الا الی ثلثۃ مساجد یہ پہلی صورت تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس صلہ رحمی اور حصول علم کے لئے تمام اسفار کے دروازہ بند ہو جاتے ہیں تو لازماً دوسری صورت کو ماننا پڑے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اُس مستثنیٰ منہ کو مقدر کیا جائے جس میں کثرتِ مناسبت پائی جاتی ہو جیسے لاتشد الرحال الی مسجد للصلوۃ الا الی الثلثۃ

امام احمد قسطلانی

امام احمد قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں یہاں نفی نہی کے معنی میں ہے یعنی لاتشد الرحال الی مسجد اللصلوۃ فیہ الا الی ثلثۃ مساجد۔

شیخ نور الحق محدث دھلوی

حضرت شیخ نور الحق محدث حنفی بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی تیسری القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد یعنی مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف بالانِ سفر نہ باندھا جائے اور وہ مقامات مقدسہ جنہیں ذاتی فضیلت حاصل ہے وہاں اس نیت سے نماز پڑھنا کر ثواب زیادہ ملے گا اس نیت سے مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر نہ کرو اس تشریح کے مطابق مندرجہ ذیل اسفار خارج از نہی ہیں جیسے حصول علم کے لئے کہیں جانا، کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ کی زیارت کے لئے جانا۔ تجارت اور ان جیسے دوسرے ضروریات کے لئے سفر کرنا، کیونکہ اس صورت میں مسافر دریافت مکان اور جو چیز اس مکان میں ہے اس کے حصول اور ادراک کے لئے جاتا ہے۔ تبرک کے حصول کے لئے نہیں جاتا

حضرت ملّا علی قاری مکی

حضرت ملا علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔ لاتشد الرحال میں رحال "رحل" کی جمع ہے اور معنی اونٹ پر سامان باندھنا ہے اور اس سے مراد مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کی فضیلت کی نفی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس کا معنی نفی میں نہی ہے یعنی لاتشد الرحال غیرھا کیونکہ ان "مساجد ثلثہ" کے علاوہ تمام مساجد تساوی فی الرتبہ ہیں۔ فضیلت میں کوئی کمی بیشی نہیں ان کی طرف "شد رحال" فضول اور بے کار ہے۔

سید جمال الدین محدث، میرک شاہ، شیخ طیبی،

سید السند سید جمال الدین محدث، زبدۃ المحققین میرک شاہ اور شیخ طیبی شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کرنے پر نہی سے کنایہ ہیں۔

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں مساجد ثلثہ اور ان کی طرف شد رحال کی فضیلت کا بیان ہے اسی لئے جمہور علما کرام کے نزدیک ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف شد رحال کرنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

شیخ عبدالرؤف مناوی

شیخ عبدالرؤف مناوی شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں کہ لاتشد الرحال الاالی ثلثہ مساجد میں استثنائے مفرغ ہے اور مراد یہ ہے کہ مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں داز زیاد ثواب کی نیت سے) نماز پڑھنے کے لئے سفر نہ کیا جائے۔

جمہور شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہاں نہی تنزیہہ کے معنی میں ہے پھر لکھتے ہیں مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف حصول زیارت کے لئے سفر کیا جا سکتا ہے یعنی مکین کی زیارت کے لئے نہ کہ مکان کے لئے۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں مناسب یہ ہے کہ وہ اس چیز میں مشغول ہو جس میں صلاح دینوی اور فلاح اخروی ہو اور جب مساجد ثلثہ کے علاوہ تمام مساجد شرف وفضل میں متساویۃ الاقدار ہیں تو ان کی طرف سفر کرنا فضول اور بے کار ہوگا حضرت شارع علیہ السلام نے اس لئے ایسے سفر سے منع کیا ہے اور مساجد ثلثہ کے شرف اور بزرگی کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بنائی ہوئی ہیں۔

شیخ عبداللطیف شیخ عبداللطیف المعروف بابن الملک "مبارق الازھار شرح مشارق الانوار" میں لکھتے ہیں۔ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم، لاتشد الرحال الا الی ثلثہ۔ مساجد کی تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ لاتشد الرحال الی مسجد للصلوۃ فیہ الا الی ثلثہ۔ مساجد اور اس کا معنی یہ ہے کہ مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف شد رحال کرنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے اور اس سے مراد فضیلت تامہ کی نفی اور ان مساجد ثلثہ میں ثواب کی زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگوں کی اپنی تعمیر کردہ عبادت گاہیں ہیں۔ اسی لئے فقہا کا قول ہے کہ اگر کسی نے ان مساجد ثلثہ میں نماز پڑھنے کی منت مانی تو وہ جب تک ان میں نماز نہیں پڑھے گا نذر پوری نہیں ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے کسی خاص مسجد میں (مساجد ثلثہ کے علاوہ) نماز پڑھنے کی نذر مانی تو کسی دوسری میں میں ادا کر لیگا تو نذر پوری ہو جائیگی۔

مساجدِ ثلثہ میں نماز پڑھنے کی نذر

یاد رہے کہ اس قیل و قال کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب اس کا وہ معنی کیا جائے جو بخاری، مسلم اور مشکوۃ کے اکثر شارحین نے کیا ہے جس کا گزشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا اور اگر اس کا وہ معنی جو علماء محدثین کی ایک جماعت نے کیا ہے مثلاً محی السنت ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی، شیخ ابن بطال، شیخ توربشتی شارح مصابیح، ابو عمر بن عبدالبر اور فاضل علامہ شیخ محمود بن جملہ ان حضراتِ گرامی کا قول ہے کہ اگر کسی نے مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو وہ اس مسجد کی طرف شدّ رحال نہ کرے۔ بلکہ جس مسجد میں بھی نماز پڑھے گا نذر پوری ہو جائے گی اور اگر مساجد ثلثہ میں سے کسی ایک مسجد میں نماز ادا کرنے کی نذر مانی تو جب تک وہاں نماز ادا نہیں کرے گا نذر پوری نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس صورت میں "مساجد" کے مستثنیٰ منہ ہونے میں کوئی اخفا والتباس نہیں ہوگا۔

ابن بطال

شیخ ابن بطال (شرح بخاری میں) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ علماکرام کے نزدیک اس شخص کے بارے میں ہے جس نے مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی۔

شیخ توربشتیؒ

شیخ توربشتی (شرح مصابیح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے نذر مانی کہ وہ فلاں مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائے گا تو اس مسجد میں جانا اس پر واجب و ضروری نہیں الا یہ کہ اس نے مساجد ثلثہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو کیونکہ یہ "مساجد ثلثہ" انبیاء کرام کی تعمیر کردہ عبادت گاہیں ہیں اور ان کے سوا تمام مساجد برابر ہیں۔

شیخ ابن عبدالبر شیخ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ علماء کرام کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس نے مساجد ثلثہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان مساجد میں نماز ادا کرے۔

شیخ محمود شیخ محمود بن جملہ فرماتے ہیں یہی حق ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ فقہا اور محدثین نے اس حدیث کو نذر سفر جہاد، علم واجب کے حصول، والدین سے نیکی کرنے، دوستوں سے ملاقات کرنے اور اللہ تعالیٰ کی صنعت کے آثار میں فکر کرنے کے ابواب میں ذکر کیا ہے یہ سب سفر وجوباً یا استحباباً شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقصود و مطلوب ہیں اسی طرح تجارت اور دنیاوی امور کے لئے سفر جائز ہے اگرچہ اس حدیث مبارکہ سے اس کا اثبات نہیں۔ ہاں سفر معصیت باقی رہ جائے گا۔

شیخ عبدالصمد دمشقی شیخ ابوالحسن عبدالصمد بن ابی الحسن عساکر دمشقی فرماتے ہیں لاتشد الرحال کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف شدّ رحال کی نذر مانے تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی مگر ان مساجد ثلثہ کی طرف شدّ رحال اور مسافت طے کرنا واجب ہے اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ منع سے مراد اعتکاف ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف شدِ رحال کی نذر مانے تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی۔ مگر ان مساجد ثلثہ کی طرف شدِ رحال نہ کیا جائے اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف جائز نہیں کمافی العینی چنانچہ شیخ ابو محمد جوینی شافعی، قاضی عیاض اور قاضی حسین سے جو قبور صالحین کی طرف بہ نیت زیارت اور مقامات متبرکہ کی طرف شد رحال کی حرمت اور مذکورہ بالا حدیث سے جو تمسک منقول ہے اگر ان کی طرف یہ انتساب درست ہے تو یہ کھلی اور واضح غلطی ہے اصول فقہ اور اہل عربیت کے قواعد کے خلاف فقہائے عرب کے خلاف اور مقصود حدیث کے مباین ہے اور یہ حدیث جو دوسرے طرق سے مروی ہے۔ اس کے بھی خلاف ہے سواد اعظم اور جمہور فقہا محدثین حدیث اور شافعیہ کے معتقدات

کے بھی خلاف ہے۔

اسی مقام پر امام قسطلانی نے شرح بخاری میں زیارت قبور صالحین وغیرہ کی طرف شد رحال پر حرمت کے قول کو خطا قرار دیا ہے اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے اور امام نووی نے اس مفہوم کو باطل اور غلط قرار دیا ہے۔

امام احمد قسطلانی

امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں زیارۃ اور حصول علم کے لئے شد رحال مکان کے لئے نہیں مکین کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں بعض حضرات کو التباس ہوا ہے اسی طرح شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے کہ مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسرے مقامات کی طرف شد رحال ممنوعات میں داخل ہے یہ مغالطہ ہے خطا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ استثنا جنس مستثنیٰ منہ سے ہوتا ہے جیسے "مارایت الا زیداً" گویا کہ آپ کہہ رہے ہیں مارایت رجلاً واحداً الا زیداً اور یوں نہیں ہو سکتا کہ مارایت شیئاً او حیواناً الا زیداً۔

امام شہاب الدین عسقلانی

امام شہاب الدین عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ میں مستثنیٰ منہ "مساجد" کو مقدر تسلیم کرنے سے ان لوگوں کا قول باطل ہو گیا جو قبور صالحین کی زیارت کو منع شد رحال میں شامل کرتے ہیں۔

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی مساجد ثلثہ کی فضیلت کے باب میں لکھتے ہیں۔
شیخ ابو احمد الجوینی فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض دوست مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسرے مقامات کی طرف "شد رحال" کو منع کرتے ہیں اور یہ غلط ہے اور امام نووی، "سفر المراۃ

مع محرم الی الحج" کے باب میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو محمد الجوینی فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض دوست مساجد ثلثہ کے علاوہ قبور صالحین اور دوسرے مقامات کی طرف جانے کو حرام سمجھتے ہیں اور قاضی عیاض نے بھی اپنے مختار کا اسی طرف اشارہ کیا ہے اور ہمارے مشائخ کرام کے نزدیک درست وہ چیز ہے جو محققین اور امام الحرمین کا مختار ہے اور وہ یہ ہے کہ لایحرم ولایکرہ (نہ حرام ہے اور نہ مکروہ) وہ فرماتے ہیں اس سے مراد فضیلت تامہ ہے اور یہ مقامات ثلثہ کے علاوہ کہیں نہیں پائی جاتی۔

امام غزالی

امام غزالی احیا العلوم میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مشاہد اور علماء صلحا کے مقابر کی زیارت سے منع کیا ہے۔ لیکن میں اس حدیث کا مفہوم یہ سمجھا ہوں کہ اس میں مقابر و مشاہد کی زیارت کا حکم کیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا (میں تمہیں زیارت قبور سے روکتا تھا۔ اب تم کو زیارت کی اجازت ہے) حدیث شد رحال میں مساجد کا ذکر ہے اور مساجد میں مشاہد شامل نہیں ہیں اس لئے کہ مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مسجد کی طرف شدّ رحال کی کوئی وجہ فضیلت کی نہیں ہے۔ لیکن مشاہد برابر نہیں ہیں بلکہ ان کی زیارت کی فضیلت و برکت ان حضرات کے ان درجات پر موقوف ہے جو عند اللہ انہیں حاصل ہیں ہاں اگر ایک آدمی ایسی آبادی میں رہائش پذیر ہے جہاں کوئی مسجد نہیں تو وہ ایسی آبادی میں جہاں مسجد ہو ادائے نماز کے لئے، جاسکتا ہے اور اگر چاہے تو مکمل طور پہ بھی جاسکتا ہے افسوس ہے کہ بعض لوگ ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبور کی طرف شد رحال سے منع کرتے ہیں" قبور کی طرف شد رحال سے روکنا بڑے تعجب کی بات ہے" اور جب یہ جائز ہے تو اولیاً علماً اور صلحا کرام کے مقابر کی طرف سفر اسی ضمن میں آتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سفر کے اغراض میں (مقابر علما کرام) شامل ہو جیسا کہ علما کرام کی زیارت ان کی حیات میں باعث ثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہ کا کوہ طور کے لئے شد رحال

اور حضرت امام مالک نے مؤطا میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں حضرت بصرہ ابن ابی بصرہ غفاری سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا طور سے آ رہا ہوں تو انہوں نے فرمایا اگر طور پر جانے سے پہلے میری ملاقات آپ سے ہوتی تو آپ طور پر نہ جاتے کیونکہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے لا یعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الی المسجد الحرام والی مسجدی ھذا والی مسجد ایلیا او بیت المقدس یشک[1] (کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام، میری اس مسجد اور مسجد ایلیا) یہ حدیث (اس معنی میں پہلے کئی بار گزر چکی ہے) ہمارے مقصود کی تائید کر رہی ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ کا طور پر جانا "قصد صلوٰۃ" سے تھا۔ زیارۃ کے ارادہ سے نہ تھا امام احمد اور بزار نے اپنی اپنی مسانید اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں عمر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ھشام مخزومی مدنی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ طور سے واپس آ رہے تھے کہ حضرت ابو بصرہ غفاری سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے پوچھا ابوہریرہ کہاں سے آ رہے ہو تو آپ نے کہا "من الطور صلیت فیہ" طور پر نماز پڑھ کر آ رہا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا اگر جانے سے پہلے ملتے تو طور پر نہ جاتے کیونکہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے کہ لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد (مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف شد رحال نہ کرو) اس حدیث کے راویوں کے بارے میں علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ رجالُ اِسنادِہٖ ثِقاتٌ امام طبرانی اپنی صغیر میں ابو سعید مقبری کے

[1] یعنی راوی کو شک تھا کہ ایلیا کہا ہے یا بیت المقدس کہا ہے۔

ذریعے حضرت ابو ہریرہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں (۱۸۹) ابو جعفر طحاوی مشکل الآثار میں سعید بن ابی سعید مقبری کے ذریعے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں طور پر آیا اور نماز پڑھی تو جمیل بن بصرہ غفاری سے ملاقات ہو گئی انہوں نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو میں نے بتا دیا۔ کہنے لگے۔ اگر جانے سے پہلے مجھ سے ملتے تو طور پر نماز پڑھنے نہ جاتے کیونکہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سواریاں نہ لے جاؤ یعنی مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد ایلیا" تقریب" میں ہے کہ بصرہ بن ابی بصرہ غفاری صحابی ابن صحابی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا گفتگو بصرہ کے والد ماجد ابی بصرہ سے ہوئی۔ بہر کیف بصرہ ہوں یا ابی بصرہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کو اس لئے منع کیا کہ وہ وہاں نماز پڑھنے کے ارادے سے گئے اور لوگ طور کو جو کہ انوار و تجلیات الہیہ کا مہبط اور اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہم کلامی کی جگہ تھی افضلیت صلوٰۃ کی جگہ سمجھتے تھے جیسے کہ مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ صلوٰۃ طور کا مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ کسی سوار کو مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علاوہ شدّ رحال نہیں کرنا چاہیئے چنانچہ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو سعید خدری کا طور پر جانے سے منع کرنا فضیلت صلوٰۃ کے ارادے پر موقوف ہے نہ یہ کہ نص امتناع زیارت پر دلالت کر رہی ہے اس لئے کہ مندرجہ بالا حدیث میں مستثنیٰ منہ "مسجد" مذکور ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ "طور" مساجد میں سے کوئی مسجد نہیں بلکہ (جگہ کا نام ہے) ان کا یہ حکم ازروئے قیاس ہے اور اسی طرح حضرت بصرہ نے اس پر قیاس کیا۔ کیونکہ حکم کی علت یعنی حدیث مذکورہ کی علت اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت ہے اور شدّ رحال کی نہی مساجد ثلٰثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف نہیں ہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں ازدیاد ثواب کی نیت ہو تو پھر منع ہے چنانچہ ہر وہ مقام جہاں پر یہ علت پائی جائے گی یہ حکم اس پر جاری و نافذ ہو گا چاہے وہ مقام طور ہو یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی یا اولیاء کرام میں سے کسی ولی کی عبادت گاہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی کی تحقیق

اس حدیث سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے بھی یہی مراد لی ہے جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ، مصفیٰ اور مسوی شرح موطا میں ہے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اس نہی میں قبر، کسی ولی کی عبادت گاہ اور طور برابر ہیں اور مصفیٰ میں لکھتے ہیں کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت بصرہ غفاری نہی میں طور کو بھی شامل کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ کو اس سے منع فرماتے ہیں اور مسوی میں لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا مدلول و مفہوم یہ ہے کہ مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسرے مخصوص مقامات کی طرف عبادت کی نیت سے "شد رحال" منع ہے۔ شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ اہل جاہلیت نے اپنی رائے سے جن مقامات کو معظم و متبرک سمجھ رکھا تھا اس کا سدباب ہو جائے ان عبادات سے افضل المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مقصد (اور مسلک) اس مسئلے میں بالکل واضح ہو گیا کہ مشاہد متبرکہ یعنی اولیاء اللہ کی قبور، ان کی عبادت گاہیں، طور اور ان کی طرح دوسرے مقامات کی طرف سفر بعبادۃ اللہ، تبرک اور توسل کے لئے اس نیت سے منع ہے کہ وہ بزرگ کی عبادت گاہ ہے اور ان کی خصوصیت کی وجہ سے اجر و ثواب میں زیادتی ہو گی۔ مذکور بالا حدیث مبارکہ سے جس نے مفہوم مذکورہ کے علاوہ کوئی اور چیز سمجھی تو گویا وہ ایسی دلدل میں گرفتار ہے جس سے رہائی ممکن نہیں ہے۔

زیارت قبور مستحب ہے

اس بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ اُس سفر کو جو زیارۃ قبور کے لئے کیا جاتا ہے اِس حدیث سے دلیل پکڑتے ہوئے منع کرنا پرلے درجے کی جہالت اور نادانی ہے اور یہ حکم قیاس کی رو سے بھی غلط ہے چہ جائیکہ اسے حدیث سے ثابت و مستنبط کیا جائے کیونکہ لعدم کون علۃ الحکم مشترکۃ بین الاصل والفرع (علت حکم اصل اور فرع میں مشترک نہیں ہے) اور حدیث مبارکہ میں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک "حکم کی علت" اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی نیت سے شد رحال کا منع ہونا ہے اور یہ زیارۃ

قبور میں مفقود ہے اس لئے کہ زیارت قبور کا مقصد صرف دعا و استغفار ہے۔ اور جو "نہی" کا حکم حدیث شد رحال سے ثابت ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے سفر کو شامل نہیں اور مخالف بھی اس حکم کے عموم کا قائل نہیں تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ سفر ہر جگہ اور ہر مقصود کے لئے منع نہیں ہے کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ، بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت، ضروری علم کا حصول، والدین، علماء صالحین اور مقبولان خدا کی زیارت صنعت کردگار کے آثار میں تدبر و تفکر، مخلوقات ملکوت کے عجائب اور مصنوع خداوندی کی طرف سفر کی مشروعیت کتاب اللہ کی آیات کثیرہ (اور احادیث مبارکہ) سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ اس کے علاوہ بے شمار آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی اس حقیقت کو تسلیم نہ کرے تو اس کو اس کی جہالت عظیمہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

جب اولیاء اور صلحاء کی قبروں کی طرف سفر کسی دلیل شرعی سے حرام یا مکروہ ثابت نہیں ہوا تو اس فعل کو واجب یا مستحب یا مباح ہونا چاہئے۔ اور اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ یہ فعل (زیارۃ قبور) مستحب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلقاً زیارت قبور کا حکم فرمایا ہے۔ اشخاص، اوقات اور مقابر کے قرب و بعد کی قید نہیں لگائی تو اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ کَمَا تَقَرَّرَ فِی الْاُصُوْلِ۔ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا۔ (میں نے تمہیں زیارۃ قبور سے منع کیا تھا اب زیارۃ کی اجازت دیتا ہوں) مسند احمد میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِنِّیْ کُنْتُ نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کنت نہیتکم عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فزوروھا فانھا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَ تُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ (میں نے تمہیں زیارۃ قبور سے روکا تھا اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ اس سے دنیا میں زہد پیدا ہوتا ہے اور آخرت یاد آتی ہے)

امام محمد بن یوسف زرندی مدنی محدث بغیۃ المرتاح الی طلب الرباح میں فرماتے ہیں کہ

جو چیز زیارہ قبور کے جواز میں پیش کی جاسکتی ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث زُوْرُوا القُبُوْرَ ہے اور ایک دوسری حدیث کے یہ لفظ ہیں کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیارۃ قبور کا حکم فرمانا اس کے سفر کے جواز پر دلالت کرتا ہے اگرچہ وہ قبور بعید ہو اور اس میں شہر اور قریہ کی بھی کوئی قید نہیں ہے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں امر "استحباب" کے لئے ہے اور یہی سب کا مختار ہے کیونکہ علماء حنفیہ کے نزدیک خطر کے بعد امر "وجوب" کے لئے ہوتا ہے تاکہ مخالف کو مجال گفتگو نہ رہے اور جب امر خطر کے بعد آئے گا تو جانب فعل جانب ترک پر راجح ہوگی اور اگر دونوں طرفیں اباحت میں برابر ہوں تو کم سے کم یہ ہوگا کہ امر "استحباب" کے لئے ہوگا جیسا کہ جمعہ سے واپسی کے بعد طلب رزق اور کسب معیشت کا حکم ہے. حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں. اِذَا انْصَرَفْتَ مِنَ الجمعۃ فساوم بشیٍٔ وَاِن لَمْ تَشْتَرِہٖ جب نماز جمعہ سے واپسی ہو تو بازار میں اشیاء کا بھاؤ کرو اگرچہ اس کی خریداری کا ارادہ نہ ہو. (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آیت کریمہ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض الآیہ میں امر استحباب کے لیے ہے) اسی بناء پر جمہور کے نزدیک زیارۃ قبور مستحب ہے امام نووی لکھتے ہیں کہ زیارۃ قبور کے استحباب پر اجماع ہے اور شیخ ابن عبدالبر نے تو اس پر بعض علماء سے وجوب کا قول نقل کیا ہے اور ظاہر یہ کے نزدیک بھی یہی ہے کما فی المواھب اللدنیہ والمرقاۃ.

اگر خطر کے بعد امر کا صیغہ "اباحت" کے لئے ہو جیسا کہ بعض کا مذہب ہے اس صورت میں بھی قبور کی طرف سفر کا "فائدہ جواز" موجود ہے. کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اَمر جہاں اباحت کے لئے آیا ہے وہاں فعل مطلوب "محل" کے ساتھ مقید اور شخص معین کے ساتھ قائم نہیں ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے. کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ اور اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (یہاں "کُلُوْا" اور "اِصْطَادُوْا" نہ کسی محل کے ساتھ مقید اور نہ شخص معین کے ساتھ قائم ہیں.) بالکل یہی صورت "فَزُوْرُوْھا" میں ہے. اجازت "زیارۃ قبور" عام ہے. سفر اور غیر سفر کی کوئی قید نہیں ہے اس لئے حدیث کا معنی یہ ہوگا. زُوْرُوْھا فِی بَلَدِکُم اَوْ بِقُرْبِ بَلَدِکُم بلا شد الرحال الیھا.

سوال ! اگر کہا جائے کہ تسکار اور تلاش رزق کے لئے سفر میں معصیت اور شرک کا ابہام نہیں اس کے برعکس قبور کی طرف سفر میں معصیت اور شرک کا ابہام ہے۔

جواب !۔ زیارۃ قبور سے ہمارا مقصد وہ زیارۃ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یعنی اموات کے لئے دعا اور استغفار کرنا۔ انہیں دعا اور قرآن حکیم کی تلاوت سے فائدہ پہنچانا اور جو کام مقابر میں خلاف شرع ہیں وہ جس طرح سفر میں منع ہیں اقامت میں بھی منع ہیں اور جہاں تک جہلا کی بات ہے تو ان کے کسی بھی فعل کا کوئی شرعی اعتبار نہیں ہے۔

مقابر سے استفادہ

زائر کا اولیا کرام اور علما عظام سے انتفاع و استفادہ بھی ایک ثابت شدہ چیز ہے اور اہل اللہ کی ارواح مقدسہ سے فیوض و برکات کا حصول (تواتر سے) ثابت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور صوفیہ کرام کے نزدیک "مشاہدات و محسوسات" میں سے ہے اور ان صوفیہ کرام نے ان ارواح طیبہ سے آثار عجیبہ اور منافع عظیمہ پائے ہیں۔ زیارت قبور اور مشاہد مشرفہ سے استفادہ کا راز یہ ہے کہ نفس کا تعلق بدن سے دو قسم کا ہے ایک صورت شخصیہ کی جہت سے جسم معین و مخصوص کے ساتھ یہ تعلق موت سے منقطع ہو جاتا ہے اور دوسرا المحفوظة التشخص کا وہ کسی صورت کے ضمن میں پایا جائے عام از یں کہ وہ صورت بدنیہ ہو یا ترابیہ ہو۔ یہ تعلق موت سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے بدن سے جدا شدہ نفس ہمیشہ اپنے بدنی مادہ کی طرف متوجہ رہتا ہے ضرب المثل ہے کہ "مسافر گھر کو یاد کرتا ہے"۔ جب نفس "مومن و صالح" ہو تو اس پر ہمیشہ اشراقات الوار الٰہیہ اور فیوض ربانیہ کا ورود رہتا ہے۔ اور زائر کا نفس جب "مرقد" کی طرف توجہ تام کرتا ہے تو صاحب قبر حاضر کو حاضر پاتا ہے۔ اور زائر "حضور مرقد" کو صاحب قبر کا حضور اور رجعت سمجھے تو لامحالہ فیض پائے گا۔ صاحب قبر کے نفس کا پر تو زائر کے نفس پر پڑے گا تو زائر اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض حاصل کرے گا۔

اور متکلمین نے اس مسئلہ کو دوسرے دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے امام فخرالدین

رازی لکھتے ہیں جب زائر قبر کے قریب ہوتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ ایک خاص تعلق ہو جاتا ہے اور اسی طرح صاحب قبر کو زائر سے تعلق ہوتا ہے اس طرح دونوں نفوس میں دو قسم کے تعلق ہو جاتے ہیں مقابلہ معنوی اور علاقہ خاص اور اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہو تو زائر کا نفس استفادہ اور استفاضہ کرتا ہے۔

حضرت شیخ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں زیارۃ قبور سے فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ جدا شدہ نفس کو بدن سے اور جہاں (وہ بدن) دفن کیا جائے گا اس مٹی سے ایک تعلق ہوتا ہے اور جب اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف توجہ کرتا ہے تو دونوں نفسوں میں ملاقات ہوتی ہے اور تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

گزشتہ اوراق میں جو ہم نے کہا ہے کہ سفر برائے زیارت قبور مباح ہے تو یہ حکم عام مسلمانوں کی قبور کا ہے۔ مگر اولیاء کرام اور صالحین کے مقابر کی زیارت اور اہل قبور کا حق ادا کرنے کے لئے زیارت تو سفر مستحب میں شامل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ میت کے لئے وہ وقت مانوس ترین ہوتا ہے جب اس کا کوئی دوست اس کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہے اس موضوع پر بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

قبر نبوی کی زیارت واجب ہے

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ افضل اولین و آخرین، سید مرسلین، امام متقین رحمت عالمین، شفیع مذنبین سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والے ہیں کی قبر انور کی طرف سفر افضل مندوب بلکہ واجب کے قریب ہے قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں شد الرحال الی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب یہاں واجب سے مراد مندوب و ترغیب اور تاکید ہے کیونکہ روضہ نبوی کی زیارت بڑی نیکی اور بڑی اطاعت ہے۔ اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

اور جو احادیث مبارکہ اس مسئلہ میں ہیں ان میں اہل مدینہ اور اس کے قرب و جوار کی کوئی قید نہیں۔ (یعنی دور دراز سے مسافت بعیدہ طے کرکے قبر نبوی کی زیارۃ سے منع کا

کوئی حکم نہیں) حضرت شیخ احمد قسطلانی لکھتے ہیں جس نے اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھا اس نے اسلام کی اطاعت کا طوق اپنی گردن سے اتار دیا۔ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے رسول اور علماء اعلام کی مخالفت کی۔

بعض علماکرام زیارت قبر نبوی کو قریب الوجوب اور بعض واجب کہتے ہیں جمہور علما حنفیہ کے نزدیک افضل ترین مندوب اور مؤکد ترین مستحب ہے یعنی واجب کے قریب ہے امام ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا قول ہے زیارۃ قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من افضل المندوبات مناسک فارسی اور شرح المختار میں ہے کہ انھا قریبۃ من الوجوب لمن لہ سعۃ (جو شخص استطاعت رکھتا ہے اس کے قریب الوجوب ہے) اگر حج فرض ادا کر رہا ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ ابتدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت سے کرے اور حج کے بعد دوبارہ زیارت کرے اور اگر حج نفل ہو تو اسے اختیار ہے۔ درمختار میں ہے کہ قبر انور کی زیارۃ مندوب بلکہ بعض نے کہا صاحب استطاعت کے لئے واجب ہے اگر حج فرض ہے تو ابتدا مدینہ منورہ سے کرے اور اگر حج نفل ہو تو اسے اختیار ہے اور امام طحاوی نے "منح" کے حوالہ سے لکھا درجات وجوب کے قریب ہے۔ مناسک طرابلسی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت صاحب استطاعت کے لئے واجب ہے اور اگر حج فرض ادا کر رہا ہو تو ابتداً مدینہ منورہ سے کرے کیونکہ حج فرض اور زیارۃ نفل ہے۔

قبر نبوی کی زیارت کے بارے میں احادیث نبوی

فن حدیث کے مشہور نقاد شیخ ابن جوزی نے اپنی کتاب "الوفا" میں اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ (جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میری موت کے بعد گویا کہ اس نے میری زندگی میں مجھے دیکھ لیا) اور حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ

شَفَاعَتِی (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہو گی)
اور دار قطنی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ
مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ حضرت ملا علی قاری حضرت قاضی عیاض کی
"شفاء" کی شرح میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول کہ "اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ"
کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں شفاعت عظمیٰ جو "مقام محمود" پر ہو گی کا بیان ہے اور
آپ کی دوسری شفاعتیں بھی ہیں۔ مثلاً اس شخص کی شفاعت جس نے آپ کی قبر
انور کی زیارت کی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن خزیمہ نے اپنی "صحیح" میں حضرت عبد اللہ
ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ امام ابن ہمام
نے "فتح القدیر" میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت کے آداب میں لکھا
ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور کا وسیلہ پیش
کرتے ہوئے سائل کا سب سے بڑا اور اہم سوال حسن خاتمہ اور مغفرت کا ہونا چاہیئے۔
پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے سوال کرتے ہوئے یوں کہے۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ۔

(یارسول اللہ میری شفاعت کیجئے۔ یارسول اللہ میری شفاعت کیجئے اور میں اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ پیش کرتے ہوئے گزارش کناں ہوں کہ میری موت
حالت اسلام میں آپ کی ملت اور سنت پر ہو۔) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر انور کی
زیارت کے بیان میں جو احادیث دلیل میں پیش کی گئی وہ ناقدین محدثین شیخ ابن جوزی
وغیرہ اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک مستند ہیں ورنہ اس موضوع پر بے شمار احادیث ہیں[1]۔

---

[1] اس موضوع پر اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کی کتاب "عجالہ" رد رسالہ میں بڑی اور عمدہ نفیس بحث ہے۔

صحابہ کرام کی قبر نبوی پر حاضری

حضرات سلف صالحین کے آثار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت کے لئے سفر کرنے میں مشہور اور کتب سیرت میں مذکور ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے مطابق عرض ہے کہ حضرت عمر کے دور خلافت میں حضرت بلال حبشی کا مدینہ منورہ حاضری دینا جیساکہ ابن عساکر نے حضرت ابو درداؓ سے روایت کیا ہے اسی طرح فتح شام اور ساکنان بیت المقدس سے صلح کے بعد جب حضرت کعب احبار مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کریں تو حضرت کعب احبار نے عرض کیا امیر المومنین میں ضرور حاضر ہوں گا چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر کا یہ عمل اس کی دلیل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی زیارت، اہم الامور اور اقدام العمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔ موطا امام محمد میں "قبر نبوی کی زیارت کے باب میں" حضرت مالک کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن دینار نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب سفر پر جاتے یا سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر درود و سلام بھیجتے دعا کرتے اور پھر گھر جاتے۔ عبدالرزاق نے اس روایت کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور موطا امام مالک میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کی سوادبی اور معاصر علما کی گرفت

بندہ ضعیف (یعنی حضرت مولانا مفتی صدر الدین دہلوی) کہتا ہے کہ اس

مسئلہ پر ابن تیمیہ کے اقوال اس کے پیروکار صبح و شام ذکر کرتے رہتے ہیں (ایسے مکروہ) اقوال ابن تیمیہ کے علاوہ علما اہلسنت میں سے کسی نے نہیں کہے۔ بلکہ اس کے قائلین کو لقد جئت شیئاً نکراً کی تہدید و ترہیب سنائی۔ ابن تیمیہ نے ایسے مقام میں ایسے نامناسب کلمے استعمال کئے ہیں جنہیں بہ طریق نقل بھی زبان پر لانا اور ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے اس کے باوجود اس کی تصنیف "صراط مستقیم" اور دیگر رسائل ہندوستان اور دوسرے بڑے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔ ابن تیمیہ کے متبعین کا ایک نہایت ہی قلیل گروہ شہروں میں ان نازیبا اور ناشائستہ کلمات کی اشاعت کر رہا ہے اگر ان لوگوں کو عوام پر غلبہ ہو گیا تو انہیں جادہ صواب و استقامت سے ہٹا کر ضلالت اور گمراہی کے میدان میں لے آئیں گے اس لئے عوام کے عقائد کو ضلالت اور گمراہی سے بچانے کے لئے ابن تیمیہ کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں۔ (تاکہ عوام الناس پر حقیقت واضح ہو جائے)۔

امام محمد برسی اپنی کتاب "اتحاف اہل العرفان برؤیۃ الملائکۃ والجان" میں فرماتے ہیں ابن تیمیہ نے بہت بڑی جسارت کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر انور کی طرف زیارت کے لئے سفر حرام ہے اور اگر کسی نے قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کیا تو گناہ کی وجہ سے اس سفر میں نماز قصر نہیں کرے گا اور اس مسئلے میں زبان درازی کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی سماعت سے کان عاجز اور طبیعت متنفر ہوتی ہے۔ اور پھر ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) اللہ تعالیٰ کی ذات (جو تمام کمالات کی مستحق ہے) پر انگشت نمائی کی۔ اس کی جلالت اور کبریائی کی چادر کو تار تار کیا۔ اس کے لئے جہالت و تجسیم ثابت کی۔ جو کہ اس کی عظمت و کمال کے منافی ہے اس (جہالت و تجسیم) کے منکرین کو گمراہ اور گناہ گار قرار دیا۔ ان مسائل کو منبر و محراب میں بیان کیا (مسلمانوں میں فتنہ اور شورش برپا کرنے کے لئے) اکابر و اصاغر میں ان کا ذکر عام کیا مسائل کثیرہ میں ائمہ مجتہدین کی مخالفت کی۔ خلفاء راشدین پر گھٹیا قسم کے اعتراضات کئے جس کی وجہ سے علماء امت کی نگاہوں سے گر گیا۔ ائمہ تو ائمہ عوام میں بھی ناپسندیدگی سے دیکھا جانے لگا۔ علماء امت نے اس کے عقائد فاسدہ کا تعاقب کیا اور اس کے دلائل کاسدہ کو رد کر دیا اور اسکی

ان لغزشوں کے معائب اور اوہام کے نقصانات بیان کئے محقق ہیثمی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ پر اس شخص کو مقرر فرمایا جس کی علمیت و جلالت اور صلاحیت و دیانت پر اجماع و اتفاق ہے یعنی مجتہد محقق، نقاد مدقق امام تقی الدین سبکی قدس سرہ جنہوں نے اس کے رد میں ایسی تالیفات کیں جنہیں لوح قلب پر آب زر سے لکھا جائے اور اکسیر سے خریدا جائے۔ غرضیکہ نہایت ہی مفید ہیں ان کے واضح دلائل ہمیشہ رہیں گے اور ان کے فائدے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی طرف سے بہترین جزا دے اور تمام مصائب و بلیات سے محفوظ رکھے۔ حضرت شیخ احمد قسطلانی لکھتے ہیں قبر نبوی کی زیارت کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کو اختلاف ہے۔ اور ان سے عجیب چیز مشہور ہے کہ وہ قبر نبوی کی زیارت کی طرف شد رحال سے منع کرتے ہیں اور یہ کام خلوص نیت سے نہیں بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کرتے ہیں اور اس کا رد حضرت شیخ تقی الدین سبکی نے "شفاء السقام" میں کیا ہے جس سے مسلمانوں کے دلوں کو شفا ملتی ہے امام عالم، علامہ، افضل محققین و محدثین شیخ محمد الشامی باب "الدلیل علی مشروعیۃ السفر و شد الرحال لزیارۃ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں یہ حدیث اس شخص کا رد کرتی ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ قبر نبوی کی طرف شد رحال گناہ ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ قبر نبوی کی زیارت کے مؤکد ہونے پر اجماع ہے اور حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد اس پر حجت و دلیل ہے۔ کیونکہ علماء کرام کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ پر نذر مانی کہ وہ ان "مساجد ثلثہ" میں سے کسی ایک میں نماز ادا کرے گا تو اس پر لازم ہے کہ اپنی نذر پوری کرے۔ مگر دوسری مساجد کے بارے میں یہ حکم نہیں ہوگا۔

سبحان اللہ! اگر کسی نے یہ کہا کہ قبر نبوی کی طرف سفر گناہ ہے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرأت کی ہے یہ کلام توہین اور سوء ادب سے ملی ہوئی ہے میری دانست میں کوئی ایسا اہل علم نہیں جس نے تجارت اور دیگر دنیاوی اغراض کے لئے جواز سفر اور شد رحال میں اختلاف کیا ہو۔ جب یہ دنیاوی سفر جائز ہیں۔

توقبرِ نبوی کے لئے سفر بہ درجہ اولیٰ جائز ہے کیونکہ اس کا تعلق آخرت سے ہے بلکہ یہ اعظم الاغراض الاخرویہ ہے اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ کسی عالم نے اخروی غرض کے لئے سفر کے جواز اور شدِ رحال میں اختلاف کیا ہو۔ جیسے مخلوقاتِ الٰہیہ، اس کی کاریگری کے آثار، عجائبِ ملکوت اور نو پیدا اشیاء میں غور و فکر کے لئے سفر کرنا ہے ان سفروں کے جواز پر قرآن حکیم کی بے شمار آیات دلالت کر رہی ہیں اور ان ہی اسفار میں قبرِ نبوی کی زیارت کے لئے سفر بھی شامل ہے۔

امام تقی الدین سبکی، شیخ کمال الدین بن زملکانی، شیخ داؤد ابو سلیمان (صاحب کتاب الانتصار) اور ابن جملہ وغیرھم ائمہ کرام نے اس مسئلے میں کتابیں لکھی ہیں۔ شیخ تقی الدین سبکی نے ابن تیمیہ کا رد بلیغ کیا اور فرمایا کہ ابن تیمیہ ایسی مکروہ اور بری چیز میں گرا جسے دریا بھی پاک نہیں کر سکتے۔

حضرت شیخ احمد قسطلانی شرح بخاری میں باب "فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ و مسجد المدنیہ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لاتشد الرحال اور اس میں نہی کے معنی میں نفی ہے یعنی لاتشدوا الرحال الی مسجد للصلوٰۃ فیہ الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجد الرسول و مسجد الاقصیٰ تم شدِ رحال نہیں کرتے کسی مسجد میں (فضیلت) نماز کے لئے مگر تین مسجدوں کی طرف، مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ گزشتہ اوراق میں "شدِ رحال" کی بحث میں ہم مخالفین کے اعتراضات کا رد کر چکے ہیں۔

معتضد میں ہے کہ حضرت ابوسعید سے مروی حدیث (جو کہ مسند امام احمد میں اسناد حسن سے مروی ہے) مرفوع میں ہے یعنی کسی سوار کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور اس مسجد (نبوی) کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف شدِ رحال کرے۔ اور اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کا قول کہ اس سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت سے منع کا حکم ہے "ان مسائل قبیحہ میں سے ہے جو اس سے منقول ہیں۔

امام محمد بن یوسف مدنی بغتہ "المرتاح الی طلب الرباح" میں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی قبر کی زیارت کے فضائل کے بعد لکھتے ہیں. تمام سے یہی منقول ہے اور یہی ظاہراً ثابت ہوتا ہے میں نے اس کا ذکر اور اس پر گفتگو اس لئے کی ہے کہ ہمارے زمانے کے بعض لوگ اس کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قبر نبوی کی زیارت حرام اور مکروہ ہے اور اس سفر میں ۔ قصر صلوۃ ۔ بھی جائز نہیں. اور ان لوگوں نے یہ مسئلہ حدیث لا تشد الرحال سے سمجھا اور یہ لغزش عظیمہ اور قول قبیحہ ہے. اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں معاف فرمائے اس حدیث سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے حالانکہ اس حدیث میں دیگر مساجد کے بارے میں نفی یا اثبات سے تعرض نہیں کیا گیا. اس کا معنی تو یہ ہے کہ جب کوئی (مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف شد رحال کی) نذر مانے تو شد رحال واجب نہیں یا جب کوئی (مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف شد رحال کی) نذر نہ مانے تو ان مساجد کی طرف شد رحال مستحب نہیں. کیونکہ مساجد ثلثہ کے علاوہ تمام مساجد فضیلت میں برابر ہیں. مساجد ثلثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف نذر پوری کرنے کے لئے جانا لازمی نہیں اور مساجد ثلثہ کی طرف نذر پوری کرنی واجب ہے. اور کلام تو صرف مساجد کے بارے میں ہو رہی ہے. (زیارت قبور سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں. اس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی زیارت کا منع ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے.) بلکہ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ حدیث قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارۃ کا اشتیاق پیدا کر رہی ہے اس میں قبر نبوی کی زیارۃ کا حکم اور اس کی طرف کوچ کرنے کا امر ہے. اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان مساجد کے شرف و فضیلت پر تنبیہہ کی ہے اور روئے زمین پر یہ مبارک مقامات اپنی عظمت و شرف کی وجہ سے افضل ہیں. حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مسجد "آخر المساجد" ہے اسی وجہ سے یہ عظمت حاصل ہوئی. حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں ۔ خاتم الانبیا" ہوں اور میری مسجد ۔ خاتم المساجد" ہے اور یہ اس کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی طرف سفر کیا جائے. تو جب مسجد کی طرف جانا مطلوب و مقصود ہے تو حضور علیہ الصلوۃ

والسلام کی قبر انور کی زیارت بہ درجہ اولیٰ مطلوب ہے اور ایک مسلمان اس ہستی کی قبر کی زیارت سے کب رک سکتا ہے جو مخلوق خدا میں سب سے افضل ہیں۔ جن کا مرتبہ عند اللہ سب سے بلند ہے جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے فرض عین قرار دی جن کا شکر اور حق لازم بین ہے، جن کا احسان شامل ہے فضل کامل اور انعام سابق ہے جن کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی معرفت ہوئی، جو تمام خلق اور جہانوں کے سردار ہیں جو شمس ہدایت کے مطلع اور ایمان کے منبع ہیں۔

ابن ہبیرہ نے اپنی کتاب "اتفاق الائمہ" میں لکھا ہے کہ امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم قبر نبوی کی زیارت کے "افضل المندوبات" ہونے پر متفق ہیں۔ ان تمام اقوال کا لب لباب یہ ہے کہ قبر نبوی کی زیارت بنفسہ عبادت مطلوبہ ہے غیر سے تعلق کی بناء پر نہیں کہ وہ ارادہ سے منفرد ہو جائے اس لئے اس کی طرف شد رحال کرنا بڑی اطاعت اور افضل عبادت ہے۔

ابن تیمیہ قاضی القضاۃ کے دربار میں

ابن تیمیہ کے مختصر حالات کا بیان کتب معتبرہ مثلاً تاریخ علامہ بکری اور تاریخ نویری میں اس طرح ہے کہ ابن تیمیہ کی زبان درازی حد سے بڑھ گئی اللہ تعالیٰ کی صفات جلالیہ اور جمالیہ میں اختلاف کیا اور اس مسئلہ میں اس کے بے ہودہ اقوال کی جب اشاعت ہوئی تو علماء عصر اور فضلائے مصر نے اس فتنہ و فساد کو ختم کرنے کی کوشش کی اور بادشاہ وقت سے ابن تیمیہ کے (عقائد فاسدہ کی بناء پر) قتل یا قید کرنے کی اپیل کی چنانچہ مصر شہر میں ابن تیمیہ کو لایا گیا اور ۷۰۵ھ کو مدرسہ کاملیہ میں ایک اجتماع کا انعقاد کیا گیا اور اس اجتماع کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ابن تیمیہ کے ایک معتقد عبد الرحمٰن عنبوسی حنبلی اس کے چند فتوے لئے مصر میں آیا۔ جب قاضی شمس الدین بن عدلان نے ان فتووں کو دیکھا تو اکثر مقامات کو قابل اعتراض دیکھ کر قاضی القضاۃ شیخ زین الدین مالکی کی خدمت میں پیش کیا قاضی القضاۃ نے ان کی اصلی

ہونے کا ثبوت مانگا تو قاضی شمس الدین نے ایک جماعت کو پیش کیا جس نے شہادت دی کہ یہ فتوے ابن تیمیہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔

قاضی القضاۃ زین الدین مالکی نے امیر الامراء کے سامنے (جن کو ان کے ابن تیمیہ کے قلم سے لکھے ہوئے ہونے میں شبہ تھا) حقیقت حال واضح کی۔ چنانچہ ابن تیمیہ کو دار النیابۃ قلعہ جبل مصر میں بلایا گیا اور اس اجتماع میں قاضیوں، مفتیوں اور امراء کی ایک جماعت موجود تھی۔ قاضی القضاۃ شیخ زین الدین مالکی تھے۔

قاضی شمس الدین بن عدلان نے ابن تیمیہ پر دعویٰ کیا کہ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار کرے قاضی القضاۃ نے ابن تیمیہ کو حکم دیا کہ وہ جواب دے۔ ابن تیمیہ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھنے کے بعد ادھر ادھر کی ہانکنی شروع کر دیں۔ حاضرین نے کہا جس چیز کا تم پر دعویٰ کیا گیا ہے اس کا جواب دو اس نے کہا میں کیا کہوں۔ یہاں سب لوگ میرے دشمن ہیں غرضیکہ جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو قاضی القضاۃ شیخ زین الدین مالکی نے اس کی قید کا حکم دیا چنانچہ اسے برج میں قید بامشقت دی گئی اور بادشاہ اسلام نے اہل دمشق کو ابن تیمیہ کے بارے میں مندرجہ ذیل مکتوب روانہ کیا۔

بادشاہ کا مکتوب اہل دمشق کے نام

سب تعریفیں اس رب ذوالجلال کے لئے ہیں جو شبیہ و نظیر سے پاک اور مثیل سے بلند ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر۔ ہم اس کے اس احسان پر اس کی حمد کرتے ہیں کہ اس نے کتاب و سنت پر عمل کا الہام کیا اور شک وارتیاب کے ایام کو ہم سے دور کیا۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس شخص کی شہادت جو اخلاص کے ساتھ حسن عاقبت کی امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے تحیز سے پاک کیا اس کا ارشاد ہے۔ وھو معکم این ما کنتم واللہ بما تعلمون بصیر۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ نے اچھی راہ اختیار کرنے والوں کے لئے "سبیل نجاۃ"

کو واضح کیا۔ الا اللہ میں تدبر و تفکر کا حکم دیا اور اس کی ذات میں تفکر سے منع کیا۔
درود ہوں آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر جن کی کوششوں اور کاوشوں سے ایمان کی چوٹیاں بلند ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کے اصولوں کو بلند اور مضبوط کیا۔

اما بعد ۔ عقائد شرعیہ، قواعد اسلامیہ، ارکان ایمان اور دین کے پسندیدہ طریقے ہی وہ اساس ہے جس پر بنیاد کھڑی کی جاتی ہے اور ہر تادیل کرنے والا ان کی طرف رجوع کرتا ہے، اور جو شخص اس راہ پر چلے گا اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہے۔ اور جس نے اس راہ سے روگردانی کی تو وہ عذاب الیم کا مستحق ہو گا اس لئے ضروری ہو گیا کہ احکام اسلامی کا نفاذ کیا جائے۔ ہمیشہ کے لئے انہیں مضبوط و مستحکم کیا جائے امت اسلامیہ کے عقائد کو اختلاف سے بچایا جائے۔ ائمہ کرام کے اصول و ضوابط کو ضائع نہ ہونے دیا جائے بدعات کے اساطین کو گرایا جائے۔ اور جو امت کی اجتماعیت کو پراگندہ کر رہا ہے اسے جدا (قید) کر دیا جائے۔

اس دور میں ابن تیمیہ بدبخت نے "زبان قلم" کو وسیع اور "عنان گفتگو" کو دراز کرتے ہوئے مسائل قرآن اور صفات باری تعالیٰ میں جدت کی اور امور منکرات پر اظہار یقین کیا اور ان مسائل میں گفتگو کی جن میں صحابہ اور تابعین نے خاموشی کو ترجیح دی اور ان چیزوں کو جائز قرار دیا جنہیں سلف صالحین مکروہ سمجھتے تھے اور وہ مسائل سامنے لائے جنہیں علما اسلام نے نہ صرف ناپسند قرار دیا بلکہ ان کے خلاف جلیل القدر ائمہ اسلام کا اجماع ہے اور اس کے ایسے فتوے بلاد اسلامیہ میں عام ہوئے جن سے عوام خوفزدہ ہوئے۔

چنانچہ علما عصر نے جن میں شام اور مصر کے فقہا شامل ہیں ان مسائل میں اس کی مخالفت کی۔ ابن تیمیہ نے اپنے رسائل تمام شہروں میں پھیلا دیئے اور اپنی کتابوں کو "اَسْمَآءٌ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰن" سے موسوم کیا اور اس کی کتابیں ہم تک بھی پہنچیں اور اس کے احوال کو بیان کیا اور اس کے عقائد فاسدہ کی اشاعت کی اور ہمیں اس بات کا علم بھی ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے حرف، آواز اور جسم ثابت کیا ہے تو ہم اللہ جل جلالہٗ کے حقوق کی پاسداری کے لئے کھڑے ہوئے اور باطل سے

پرستوں کے قول کی مذمت کرتے ہیں آیۃ کریمہ تلاوت کرتے ہیں سبحان اللہ تعالیٰ عما یصفون۔ اللہ تعالیٰ اپنی نظیر اور مثیل سے پاک ہے۔ لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار و ھو اللطیف الخبیر۔ اور جب ہمیں اس کے ان عقائد فاسدہ کی اطلاع ہوئی تو ہم نے ارباب حل و عقد، اصحاب تحقیق و نقد ائمہ دین، علماء کبار، قاضیوں اور فقہا مسلمین کا ایک اجتماع بلایا اور اس میں عوام کو بھی شریک کیا چنانچہ اس اجتماع میں ابن تیمیہ کی طرف منسوب مسائل کو اس کی قلمی تحریروں سے ثابت کیا جو کہ اس کے عقائد فاسدہ پر دلالت کر رہی تھیں وہ اپنے عقیدہ فاسدہ کا انکار کر رہا تھا مگر اس کی قلمی تحریروں نے گواہ کا کام دیا۔

اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص ابن تیمیہ کی راہ اختیار نہ کرے اس کے عقیدہ تشبیہ سے دور رہے جس نے ائمہ اسلام کی رائے سے خروج کیا۔ علما امت سے اپنا راستہ الگ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ثابت کی۔ حیث اور کیف سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا۔ اس کا علاج ہمارے پاس "تلوار" کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ہر شخص کو اس حد پر رک جانا چاہیئے۔ و للہ الامر من قبل و من بعد اور حنبلیوں میں سے ہر شخص کو ان تمام عقائد سے رجوع کرنا شبہات شدیدہ سے خروج کرنا لازمی ہے جنہیں ائمہ کرام نے مکروہ سمجھا ہے اور جن مذاہب اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے وابستگی کا حکم دیا ہے ان سے وابستہ رہنا۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی اس نے صراط مستقیم کو گم کیا۔ ایسے آدمی کا علاج، طویل اسیری ہے اور اس کی کوئی سفارش بھی قبول نہیں ہو گی۔

دمشق اور شام کے تمام شہروں کے باسیوں کے لئے ہمارا یہ بڑا تاکیدی اور سخت حکم ہے کہ جس نے ابن تیمیہ کی اتباع کی اسے وہی سزا دی جائے گی جو ابن تیمیہ کو دے چکے ہیں اور جو لوگ اس کی اتباع پر مصر ہیں انہیں مدارس اور اعلیٰ مناصب سے فوراً الگ کر دیا جائے۔ ایسے لوگوں کے لئے ہمارے ملک میں کوئی عہدہ نہیں ہے نہ قضا نہ امامت، نہ شہادت نہ ولایت، نہ مرتبہ نہ اقامت، ہم نے اس بدعتی کی دعوت اور اس

کے عقیدہ باطل کو ختم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ میرا یہ حکم اجتماعات میں، منبروں پہ سنایا جائے تاکہ زیادہ نصیحت اور زیادہ عتاب کا باعث ہو۔

ابن تیمیہ کی توبہ اور رہائی

جب بادشاہ کا یہ حکم نامہ دمشق پہنچا تو مساجد میں اجتماعات کے دوران، منبروں پر سنایا گیا۔ ہر گلی و کوچہ میں اس کا اشتہار و اعلان کیا گیا۔

اور ابن تیمیہ ۷۰۷ھ تک قلعہ جبل میں اسیر رہا۔ بعدازاں اکابر و امراء کی سفارش سے خلاصی ہوئی اور مصر کے جلیل القدر ائمہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے اہل حق کے خلاف اپنے عقیدہ سے توبہ کی اور امام اشعری کی کتاب اپنے سر پر رکھ کر یہ اقرار کیا کہ میں اشعری ہوں اور قاہرہ میں ابن شنقیر کے گھر اقامت گزیں ہو گیا۔

توبہ شکنی اور گرفتاری

کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ صوفیہ کرام کی ایک جماعت شیخ تاج الدین بن عطا اللہ اسکندری کی معیت میں نائب سلطنت کے پاس آئی اور کہا کہ شیخ تقی الدین بن تیمیہ اولیاء کرام کے بارے میں دل آزار گفتگو کرتے ہیں۔ اور وسیلہ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کے بارے میں علماء امت کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہ کو قاضی بدرالدین زدادی کی عدالت میں بلایا گیا اور اس کے اعتقاد کے بارے میں دعویٰ کیا گیا شیخ شرف الدین بن صابونی اور شیخ علاؤالدین قونوی نے گواہی دی (ثبوت جرم کے بعد) ابن تیمیہ کو دوبارہ قید کر دیا گیا پھر اطلاع ملی کہ ابن تیمیہ کے پاس ایک جماعت آتی ہے وہ ان کے سامنے وعظ کہتا ہے اور دوران وعظ ایسی حکایات بیان کرتا ہے جو اس کے عقیدہ سابقہ کی تائید میں ہوتی ہیں ان وجوہات کی بناء پر اسے "ثغر سکندریہ" بھیجا گیا اور اس کی کڑی نگرانی کی گئی۔

رہائی اور قاہرہ میں قیام

حتیٰ کہ دولت ناصریہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے تیسری دفعہ سلطان کے حضور میں ابن تیمیہ کی رہائی کی درخواست کی (غالباً سلطان نے توبہ کی شرط لگائی) اس لئے ابن تیمیہ کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ قاضیوں اور علماء کا ایک جم غفیر بھی موجود تھا۔ قاضی القضاۃ شیخ زین الدین نے ابن تیمیہ سے کہا کہ اپنے عقیدے سے توبہ کرو اور وعدہ کرو کہ اس کی اشاعت نہ کروگے چنانچہ ابن تیمیہ نے توبہ کی اور مجلس برخاست ہوگئی اور قاہرہ میں اقامت گزیں ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد قاہرہ سے شام میں آیا اور شام کے حالات تفصیل سے کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔

ابن تیمیہ کی گرفتاری پر علما کی آراء

صاحب الاتحاف لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ پر یہ تمام مصائب و مشکلات اس لئے آئے کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی پر جرأت کی اور بے جا حملے کئے اسی طرح شیخ ابو محمد عبداللہ یافعی نے اپنی مشہور کتاب "مراۃ الجنان" میں ۷۰۵ھ میں ابن تیمیہ کی فتنہ کا ظہور، اس کے لئے مجالس کا انعقاد، اس کے اسیر ہونے، اس کے عقیدہ کا بیان اور اعلان دمشق وغیرہ چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور واقعہ کے آخر میں لکھتے ہیں۔ ثم نُودِیَ بدمشق وغیرِھا مَنْ کَانَ عَلیٰ عَقِیْدَۃِ ابن تیمیہ حلّ مالُہٗ ودمُہٗ یعنی پھر دمشق وغیرہ میں اعلان کیا گیا کہ جو ابن تیمیہ کے عقیدہ پر ہوگا اس کا مال اور خون حلال ہے۔

لطیفہ

ایک آدمی نے ابن تیمیہ کے ایک معتقد سے سوال کیا کہ اگر سید کائنات، ہادی راہ نجات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مزار اقدس کے لئے سفر کرنا گناہ اور حرام ہے تو ان فرشتوں

کا قیامت کے روز کیا حال ہوگا جو ہر روز ستر ہزار کی تعداد دور دراز سے سفر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مطہر و مقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور مزار سراپا انوار کا طواف کرتے ہیں اور درود بھیجتے ہیں جیسا کہ "مشکوٰۃ المصابیح" کی حدیث میں ہے کہ حضرت منبہ بن وھب سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر ہوا تو حضرت کعب نے فرمایا کوئی دن ایسا طلوع نہیں ہوتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کا طواف کرتے ہیں اپنے پروں سے قبر انور کو جھاڑتے ہیں اور آپ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ شام ہو جاتی ہے اور وہ واپس ہو جاتے ہیں اور پھر دوسرے روز اتنے ہی فرشتے اترتے ہیں اور جو کچھ اگلوں نے کیا ہے وہ کچھ یہ بھی کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ کے معتقد نے کہا!۔ فرشتوں کے لئے عذاب نہیں ہے۔

سائل نے کہا!۔ جب فرشتے آسمان سے زمین پر آتے ہیں تو ارتکاب گناہ کر لیتے ہیں تو پھر عذاب کیوں نہیں ہوگا۔

ابن تیمیہ کے معتقد نے کہا!۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتے ہیں۔

سائل نے کہا!۔ تو آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے آتے ہیں اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اطاعت ہے۔ (کما فی القرآن الحکیم من یطع الرسول فقد اطاع اللہ)

اتنی سی گفتگو کے بعد ابن تیمیہ کا معتقد و متبع مبہوت ہو کر خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا کی تشریح و توضیح

ابن تیمیہ نے صراط مستقیم میں حضرت امام زین العابدین کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک آدمی روزانہ قبر نبوی کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا تھا حضرت علی بن حسین نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔ تجھے کس چیز کی کشش یہاں لائی ہے اس نے عرض کیا۔ مجھے حضور

علیہ الصلوۃ والسلام پر سلام پیش کرنے کی کشش یہاں لائی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے میرے والد اجداد اور انہیں حضرت علی نے یہ حدیث سنائی کہ حضور علیہ الصّلوۃ والسّلام نے فرمایا۔ لاتجعلوا قبری عیداً" اور "مسند ابویعلیٰ" میں ہے کہ حضرت علی بن حسین نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ حضور علیہ الصّلوۃ والسّلام کی قبر انور پر حاضر ہونے کے لئے اس کھڑکی سے اندر گیا جو قبر کے بالکل پاس تھی (اور قبر کے پاس جاکر) دعا کی آپ نے اسے روکا اور فرمایا میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جو مجھے میرے والد اجداد اور انہیں حضرت علی نے سنائی کہ حضور علیہ الصّلوۃ والسّلام نے فرمایا۔ لاتتخذوا قبری عیداً۔ اور حضرت سہل بن سہیل سے مروی ہے کہ میں قبر نبوی پر سلام کے لئے حاضر ہوا۔ حسن بن حسن نے مجھے دیکھ لیا اپنے پاس بلایا اور فرمایا کیا بات ہے کہ میں تجھ کو قبر کے پاس دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا کہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر سلام پیش کرنے کی غرض سے یہاں کھڑا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب آگئے ہوں تو سلام پیش کرلو۔ اور فرمایا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا لاتتخذوا قبری عیداً۔

ابن تیمیہ نے ان روایات سے قبر انور کے پاس دعا کے امتناع اور مسجد کے علاوہ دوسرے مقامات میں داخل ہوتے وقت (جب کہ مکان خالی ہو) سلام کرنے سے امتناع پر استدلال کیا ہے اور اہل بیت اطہار کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

اہل بیت کے افضل تابعین حضرت علی بن حسین نے اس شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے پاس دعا کرنے سے منع کیا اور وہی اس حدیث کے راوی ہیں اور انھیں اپنے والد اور انھیں حضرت علی اور انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس حدیث کو سنا اور وہ اس کے معانی و مفاہیم دوسروں سے اچھے جانتے تھے اور ساتھ ہی یہ چیز بھی واضح ہوگئی کہ وہاں دعا وغیرہ کرنا قبر نبوی کو عید بنانے کے مترادف ہے اور ان کے چچازاد بھائی حضرت حسن بن حسن جو کہ اہل بیت کے سردار تھے بھی اس چیز کو مکروہ اور ناپسند سمجھتے تھے کہ کوئی شخص مسجد کے بغیر سلام کے لئے قبر نبوی وغیرہ کا قصد کرے اور حسن بن حسن بھی اس بات کو قبر نبوی کو مقام عید بنانے کے مترادف سمجھتے تھے اور

دیکھئے خاندان اہل بیت میں یہ طریقہ کار کس طرح جاری رہا۔ اور یہی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب النسب اور قریب البیت تھے اور یہی لوگ دوسروں سے زیادہ قریب تھے اس لئے یہ چیزیں انہیں محفوظ تھیں۔

ان احادیث سے یہ استدلالات ابن تیمیہ کی کمال بدعقیدگی پر دلالت کر رہے ہیں ہمارے علماکرام کثرھم اللہ وجعل سعیھم مشکور نے تصریح کی ہے کہ اگر ان روایات کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے قبر نبوی کے پاس زیادہ وقت قیام کرنا اور ٹھہرنا منع ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبر نبوی کی نفس زیارت کا امتناع ثابت ہوتا جو حقیقت میں افضل ترین سعادت اور ذریعہ نجات ہے اور ادب و تعظیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہاں زیادہ دیر تک قیام نہ کیا جائے کیونکہ زیادہ قیام کی وجہ سے ضروریات انسانیہ سے احتراز مشکل ہے۔

حضرت امام مالک

اسی لئے حضرت امام مالک نے تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور اہل مدینہ کے لئے خصوصاً قبر نبوی کے پاس "کثرت اقامت" کو مکروہ قرار دیا ہے۔

امام تقی الدین سبکی

امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں "کثرت وقوف" اکثر اوقات سوء ادبی کا سبب ہو جاتا ہے اور "حجاب عظمت" کو اٹھا دیتا ہے۔ غالباً اسی لئے بعض علماکرام نے قبر نبوی کی زیارت کے لئے "کثرت وقوف" اور "مسلسل قیام" اور وہاں زیادہ آنے جانے کو جائز نہیں سمجھا اور بعض علماکرام نے حضرت عبد اللہ بن عمر کے عمل کو سند قرار دیتے ہوئے اسے جائز بھی کہا ہے بغیۃ المرتاح میں حضرت نافع سے روایت ہے کہ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یُسَلِّمُ عَلَی الْقَبْرِ رَأَیْتُہٗ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ وَأَکْثَرَ یَجِیْئُ اِلَی الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام

علیٰ ابی بکر السلام علیٰ ابیؓ (حضرت عبداللہ بن عمر کو میں نے قبر نبوی پر ایک دن میں سو مرتبہ سلام کے لئے حاضر ہوتے دیکھا وہ اکثر اوقات قبر پر سلام کے لئے حاضر ہوتے اور کہتے یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر سلام ہو اور رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، سلام ہو ابوبکر پر، سلام ہو میرے والد مکرم پر)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی تحقیق اس طرح فرمائی ہے کہ غالباً ان ائمہ دین نے اس شخص کو حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہوئے یا تکلیف وتصنع کرتے ہوئے دیکھا اس لئے اس عمل سے منع کیا۔ طوالع الانوار شرح الدر المختار میں قاضی اسماعیل سے منقول ہے کہ یقیناً اس آدمی نے حد سے تجاوز کیا اس لئے ان حضرات نے اسے منع کیا۔ اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے کہ قبر نبوی کے پاس "کثرت قیام" مکروہ ہے۔ اس سے قبر نبوی کی زیارۃ کا انکار اور امتناع ثابت نہیں ہوتا۔ یا ان ائمہ کرام کا مقصود یہ تعلیم دینا تھا کہ سلام دور سے بھی پہنچ سکتا ہے اس میں "کثرت وقوف" کی ضرورت وحاجت نہیں ہے اور امام سبکی نے لاتجعلوا قبری عیداً کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ اس حدیث سے عید کی طرح قبر نبوی کی زیارت کے لئے تخصیص اور تعین وقت کا امتناع ہے بلکہ تمام برس اور تمام عمر زیارۃ کا وقت ہے اور عید سے تشبیہ سے مراد یہ بھی ہے کہ زیارت کے لئے زیب وزینت کا اظہار اور اجتماع نہ کیا جائے جیسا کہ عید میں رواج ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ زیارۃ اور دعا وسلام پر اقتصار کیا جائے۔

شیخ خطیب بغدادی

امام خطیب، حافظ ابوبکر بغدادی فرماتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ جب بھی آتے ہیں لوگ اردگرد سے جمع ہوتے ہیں اور گروہ گروہ ہو کر جاتے ہیں۔

تو یہ عیدیں بار بار آتی ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو عیدین کے اجتماعات کی طرح اپنی قبر پر اجتماع سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ اہل کتاب کا طریقہ تھا کہ وہ انبیاء کرام کے قبور پر اجتماع کرتے تھے اور اس حدیث میں عید سے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ میری قبر پر زیب و زینت اور تکلف سے نہ آؤ اور اجتماع نہ کرو۔

ابن تیمیہ کی دورنگی

اور ابن تیمیہ پر بڑا ہی تعجب ہے کہ اس مقام میں اپنے مدعا اور مقصود کے ثبوت کے لئے حضرات اہل بیت علیہم وعلیٰ آبائہم السلام کی بڑی تعریف و توصیف کی اور "رد روافض" کے مقامات پر ان حضرات کے حق میں بڑی طعن و تشنیع کی۔ اور کہا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اولی الامر تھے اور اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے جس نے اولی الامر کے امر اور حکم کو ناپسند کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم کو ناپسند کیا۔ علی اور فاطمہ نے اللہ تعالیٰ کے امر کو رد کیا اور اس کے حکم کو ناپسند کیا اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی رضا تھی اسے مکروہ سمجھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان (یعنی حضرت ابو بکر اور عمر) کی اطاعت سے راضی ہوتا ہے اور اولی الامر کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس نے اولی الامر کی اطاعت کو مکروہ سمجھا اس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مکروہ سمجھا اور اللہ تعالیٰ ان (حضرت ابو بکر اور حضرت عمر) کی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے اور اولی الامر کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے جس نے اولی الامر کے نافرمان کی اتباع کی اس نے اس چیز کی اتباع کی جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو نظر انداز کر دیا۔

اس ابن تیمیہ کی طرف دیکھیں کہ کس طرح (صغریٰ کبریٰ بنا کر نتائج نکال کر) حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی مرتضیٰ کی شان اقدس میں زبان درازی کر رہا ہے جب کہ ان حضرات گرامی کی تعریف و توصیف میں احادیث صحیح بخاری

و مسلم میں موجود ہیں۔

ابن تیمیہ کے اقوال عجیبہ

اس کے علاوہ ابن تیمیہ کے مزید تعجب خیز اقوال ہیں۔ مثلاً امیر المومنین، حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں کہا کہ وہ مال و دولت سے بڑی محبت کرتے تھے۔ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کا ایمان لڑکپن کی وجہ سے صحیح نہیں ہے (یعنی حضرت علی اس وقت بچے تھے اور بچے کی بات اور تصدیق کوئی معنی نہیں رکھتی) سنن صحاح کی احادیث ضعیفہ کو رد کرنا اور قبول نہ کرنا جیسا کہ شیخ ابن حجر نے "الدُّرَرُ الکَامِنَۃ" کی جلد اوّل میں ابن تیمیہ کے حالات میں لکھا۔ اس کا تفصیلی ذکر ہمارا موضوع نہیں۔ تاہم شیخ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اِنَّا لَا نَعْتَقِدُ عِصْمَتَہٗ بَلْ اَنَا اُخَالِفُ فِیْ مَسَائِلَ اَصْلِیَّۃٍ وَّفَرْعِیَّۃٍ (ہم ابن تیمیہ کی عصمت کے قائل نہیں بلکہ میں نے اس سے اصول اور فروع میں اختلاف کیا) اور امام ذہبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں فَھُوَ بَشَرٌ لَّہٗ ذُنُوْبٌ وَّخَطَأٌ (ابن تیمیہ انسان تھا اس لئے اس کے گناہ بھی ہیں اور خطائیں بھی)۔

اور جب ابن تیمیہ کے غلط نظریات اطراف عالم میں مشہور ہوئے اور اپنے راہنما ابن بطہ حنبلی اور ابن عقیل سے چار قدم آگے بڑھایا اور اس کے ماننے والے ہر طرف سے تیر ملامت کا نشانہ بنے تو ناچار حدیث لاتشد الرحال سے مرقد نبوی کی زیارت کو مستثنا کیا اس لئے کہ قبر نبوی کی زیارت کے حکم پر بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

ایک فقہی مغالطہ

اور ابن تیمیہ کا وہ گروہ جو علم فقہ سے نابلد ہے کا قول یہ ہے کہ قبر نبوی کی زیارت کے لئے شد رحال استقلالاً اور اصالتہ ممنوع ہے اور مسجد نبوی کے

متابعت میں جائز ہے چنانچہ اگر کوئی شخص مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے تو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کرے اور اگر اس کی متابعت میں قبر نبوی کی زیارت کی نیت کرلے تو کوئی حرج نہیں اور ان کم عقل لوگوں کی سوئے فہم کی علت بعض کتب فقہ کی یہ عبادت ہے۔ فَیَبْتَدِأُ بِزِیَارَتِہٖ لَا مَحَالَۃَ وَلْیَنْوِ مَعَہٗ اَیْ مَعَ قَصْدِ زِیَارَتِہٖ صلّی اللہ علیہ وسلّم زِیَارَۃَ مَسْجِدِہِ الشَّرِیْفِ کما فی الدر المختار اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ حج کے بعد مرقد نبوی کی زیارت کا ارادہ کرے کہ حنفیہ کے جمہور مشائخ نے اس کام کو افضل مندوبات اور بعض نے قریب الوجوب کہا ہے اور مناسب ہے کہ مرقد نبوی کی زیارت کی نیت کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کرے۔ کیونکہ یہ مسجد ان مساجد میں سے ہے جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الخ اس لئے (قبر نبوی کی نیت کے ساتھ مسجد نبوی کی نیت کو) عظیم الشان عمل سمجھنا چاہیئے۔

اس مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ نہیں کہ مرقد نبوی کی زیارت کی نیت مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کے بغیر جائز ہی نہیں

امام ابن ہمام کی تحقیق

امام ابن ہمام (جو کہ اکابر حنفیہ میں سے ہیں) کی تحقیق یہ ہے کہ قبر نبوی کی زیارت کے لئے جانا ہے تو صرف قبر نبوی کی نیت اولیٰ ہے۔ فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔

کہ اگر قبر نبوی کی زیارت کی نیت ہو تو مناسب یہ ہے کہ اس کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کرے۔ اس لئے کہ وہ ان مساجد میں سے ایک ہے جن کی طرف شد رحال کیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الخ اور جب زیارت کے لئے متوجہ ہو تو راستہ میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام پیش کرے مگر اس بندہ ضعیف کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ جب مدینہ

منورہ جانے کا ارادہ ہو تو صرف قبر نبوی کی زیارت کی نیت کرے اور جب اس سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ جائے تو جب اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ توفیق عطا فرمائے تو مسجد قبر نبوی اور مسجد نبوی دونوں کی نیت کرے۔ کیونکہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وعظمت ہے اور بظاہر یہ طریقہ اس حدیث کے مطابق ہو جائے گا کہ لایعملہ حاجۃ الا زیارتی الحدیث۔

اختتام

ہم میں سے وہ شخص خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کی حاضری کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور خوش نصیب وہ شخص جس نے حج بیت اللہ کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے شہر میں حاضری دی۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور کرم سے ہمیں بھی یہ توفیق دے اور دنیا و آخرت میں آپ کی شفاعت نصیب فرمائے اپنی اطاعت کی توفیق دے، اپنے فضل سے بدعات اور قبیحات سے بچائے۔ بے شک وہ تمام اچھائیوں کا مالک ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں اشرف المخلوقات حضرت محمد رسول اللہ پر جو ہمارے سید و سردار ہیں۔

[illegible]

تقريظ [illegible]

صورة ما قرظه الفاضل الجليل الكامل النبيل قدوة الادباء اسوة الاريب مولانا المولوی محمد
فضل حق الخيرآبادی صانه الله عن شر الاعادی الحمد لله الكبير المتعال القدير الفعال الذی
جعل للعباد مسكنا من البيوت والظلال وقصورا من السهول واكنانا من الجبال وجعل لهم
من الجلود والاوبار وغيرها بيوتا يستخفونها يوم الظعن والارتحال وخلق لهم بالانعام و
لا تضال انعاما من الخيل والبغال والابل والجمال لهم فيها دفء ومنافع ولهم فيها
جمال حين يريحون وحين يسرحون وتحمل لتركبوا الذی لا ينتقال ظهر مرقال وشعال وتحمل مالم
الاثقال الی بلد لم يكونوا بالغيه الا بشق الانفس ومعاناة الكلال وشرع لهم سلوك سبل
على ايام وليال للاستكمال لصالحات الاعمال واقتراف البركات الجزال والاقدام
الی الجهاد والقتال واغتنام الانفال واقتناء الكمال وابتغاء المال ونيل المنال ودفع العوز
عن العيال والاشتغال للخلاص عن اثقال الكل فی الاقلال وغير ذلك من افعال
صالحة مآلا فی الحال وفلاحا ونجاحا فی المآل وخص خير خلقه وفاتح رحمته وخاتم النبوة
ختم الارسال بالحنيفية بشريعة سمحة بيضاء موعودة بالغرو والصال لتعمل الاقبال نقية عن الضلال
فی غاية الاعتدال محفوظة معصومة عن النسخ والزوال والحنيفية القيم على الاديان كلها
وارتضاه بالاكمال وسلم عن شين الخبال حق الوبال وهدی الضليل عن الضلال
السبيل عن الاعتدال ووقی الغليل بالانهال الاعلال ومنع العباد عن الغل والاغلال

ووضع عنهم الاصر والاغلال ورفع عنهم موجبات النكال والانكال ونجاهم عن ادواء العضال و تفضل

كشف لهم عن مضائق الاشكال بتبيين الحرام من الحلال وجعل بلده حرما آمنا لمن التجا

في الاهوال وماوى للصالحين الطيبين في الاحوال وندب الى زيارة ضريحه المقدس الذي

اشرف واولى من البيت الحرام وعرش ذي الجلال بالتعظيم والاجلال ومزار الملائكة

نزل يتبركين بالغدو والآصال كلا من الركبان والرجال من الرجال وربات الحجال ليستشفعوا

بالتضرع والابتهال فيشفع لهم للتثبيت على القول الثابت عند حضور الآجال وعند اتيان

فتاني القبر بالسؤال وبعد النشور يوم الرجف والزلزال يوم لا ينفع مال ولا اولاد ولا حميم ولا

موال وصلوات الله وتسليماته عليه وعلى آله خير آل الذين من تمسك بحبهم [illegible]

فقد تمسك باوثق الحبال وصحبه الاخيار الاقوال الذين هاجروا معه واخرجوا من الديار

والاموال والذين آووه وساعدوه بالنصر والاشتغال بالسيوف والنبال وتبعهم من الكرام

النبال لاسيما صديقه الصديق في كل حال الذي لو اتخذ الرسول غير الله خليلا لا

للخلال والفاروق ذي الجلال الذي جلا الضلال وعبد عبدة التمثال وذي النورين النائل

الحجج المفضال وذي القرنين ولي الاولياء ومولى الموالي ما سارت شمال وما هبت صبا

شمال وبعد فقد انتهى الى منتهى المقال في شرح حديث لا تشد الرحال الذي صنعه

ورضه من شد اليه الرحال لتحصيل عقد الاعتقال ان تساق لسعاق الارتحال لتعرف ما برو

من الاحاديث بالاسناد والارسال وتنتج نخبة مطايا التنزيل نيل المعارف والعوارف

بالتفصيل والاجمال حب الاخلال الرضي بخلال الذكي الزكي الخصال القمين الثمين الشمال

لاک الکمال الباجل البجال الفاضل الفضال الاشل الاجل عن الامثال فی الفضل والا

مولانا المولوی محمد صدرالدین خان بهادر لازال فی بال و اقبال خص المبالغ فی الباصدر له

الطول الطول بید و فی درج العلی قدم وکعب عالی شرح الاله لکل فضل صدره فلذا تصدر

فی استباق معالی فضل وفضل وارتقا فضائل وتفضل وندی وحسن فعال آخی العلوم

نفسا بما جرا اذا ما الدرس اسی فی ارس الاطلال قد حل العقل المواقیل التی عقل العقول بها

کحل عقال عدل بلا عدل نظور اذ نظر مناظر ولدی استدلال تحجت الادلة الخصام وا

فاستبدلوا الدیدال بلا دلائل بین جلا عن وجه محض الحق بالنظر البعید الغور وسم المحال

فقال اذ قد قال قولا لم یدع قالا لقائل قد اتی بمجال خطر الرجل الی ذری مو مهبط الاملاک

بالابکار والاصال مثوی الشفیع علیه خیر تحیة حرم الشفاعة ذا الشعی العالی واهیب

جزاء عنا فی کتب ذاک المبطل البطال وعجس فی نعم وتبین ما سعی الاقطار قطر الوابل الهطال

فحین البشرت لطلوع من یمن به علی بالایصال استبشرت لطلاعه استقیت المشوق المهجور

اوصال بعد ما ماتت المعد المطال والبائس الائس النوال بعد ما متد الطال کما

کونی الروض بطت سطوره ید ابن بلال عن فم ابن بلال فما ذا اصف مما فیه من انسجام

لصنوف المقال حسن الابتداء دیباجة روعیت فیها براعة الاستهلال و بیان هو السحر

الحلال قد نیف به العقد ای الخلال لفظ اعذب من الزلال ومعنی فیه تعنی کل جلیل من

الفعال و برهان وثیق تعلق به ابنه الله المهاو فرای اعتقال ونظم مرزی نظم اللآل

و وجازة مع استیعاب ما جاری الاسفار من اقوال خلت عنها الاسفار الطوال مع

وانتحال بالتطويل والاطال فضل درر مولانا الفضال بيت من كشف جلية الحال وابتهل بما ل

وجوه الترحال الى البقاع وامثال حل عقدة الى شد الرحال برهانا من احال مجال وابطال

اثبات ما حدث الى الحديث بالمحال فابطل مولانا ابطاله اى ابطال ولم يذر لمن مال عن الاعتدال

مجيدا وسبيلا الى الجدال ولا من مجال للسجال فبطل ما القى السهم ما نسل بما القوا من عصى وحبال

مكروا مكرهم وعند الله مكرهم وان كان مكرهم لتزول منه الجبال هذا وقد اليت بهذا التقريظ

بالارتجال لما استعجال بلا فكر مجال لما يعلم مولانا ما بي من الافكار والاشغال

ولولا ذا بالبال من البلبال واشتغى من المال الاقصى في الامال الى الاطلاع بالتحقيق في الرد

وعليه الاتكال والصلوة على خير من ناس البرية وآل وعلى خاصته من الصحب والال ما ضرب في الارض

قاطن وآل ضرب لراحل خيم على آل وبرق لناظر يهون ظمآن آل

صورة ما كتبه الفاضل الحبيب الكامل الاديب جامع العلوم والمعارف المولوي ابو محمد الشهير بسعد الله

سلمه الله ووالى المدارج العالية رقاه مقرظا على هذه الرسالة

بسم الله الرحمن الرحيم

ان احسن ما نمقه الاقلام وازين ما توشح به الكلام ثناء الملك العزيز العلام ذي الفضل العظيم

غزير الانعام الذي رفع السموات بغير عمد ودعائم ودحا الارض على الماء وارسى الجبال

الاعلام ثم انزل الماء واحكمها اتم احكام جعل الملائكة اولي اجنحة مثنى وثلث ورباع ما وشاء

من النظام وخلق الانسان في احسن قوام من نطفة امشاج ستورها في الارحام ليعبده بالصلوة

والزكوة والصيام وشد الرحال الى البيت الحرام مطاف الثقلين والملائكة الكرام صباح

الركن والحطيم والمقام والحجر المأمور باستلام ذي المروة والصفا والمشعر الحرام وزمزم
اي الحجر الاسود
الدافع للجوع والاوام وهو اول بيت وضع للناس مباركا وهدى للانام وام القرى اسسه
آدم ثم ابراهيم فسبحان من آمن لمن آوى اليه وكفاك شاهد الاكرام ويا حسن مثابا
مستبقا بمحو ذنوب الاعراب والاثام فطوبى لمن طاف به هو دبا خاشع الاسلام وبشرى لمن
زاره طيبا وتحليا بالاحرام فارزقنا ذلك عاجلا يا ذا الجلال والاكرام وان افضل الوسائل
الى النجاح والفلاح يوم القيام تكثير الصلوة والسلام على سيدنا المبعوث من اشرف حجرا ثم
الانام الى كافة الخاص والعام محمد البدر التمام ومتمم بناء الرسالة والختام الذي جعل تراب مرقده
غبار الاسقام وغبار سيج كحل اعيان الخواص والعوام وعلى آله مصابيح الظلام و
اصحابه ائمة الاعلام وازمة الاسلام اما بعد فقد تشرف العبد المستهام بمطالعة منتهى
المقال والكلام في شد الرحال لزيارة الانبياء والاولياء العظام الذي صنفه الامام
الهمام وصنفه المولى العلام الباني لمباني العلوم العقلية والنقلية واستاذ علماء الانام
المتقدم في الشرف على المتقدمين ومقدام المتأخرين الفخام ما من علم الا وقد وجد فيه
عقد الاشكال بانامل الالطاف والانعام ولا من فن الا وقد كشف معضلاته العويصة خفيه
جعل مقولاته كالمحجوبات الضخام كيف لا وهو بحر كمال لا ساحل له ولا يدرى لعمقه المقام
وسحاب افضال لا ينقطع فيضانه المستدام اكرم به من محيط للفضائل لا يحيط بسعة حسنه
الا الله المنعام ولا يحيط بانواع علومه الا من يستفاد من ذلك البحر الطمطام لا عروا
يقتبس الشمس من ضيائه فضيا ويدفع به الظلام ولا عجب ان اكتسب القمر من حسنه سنا رائقا تم

به البدر التمام المنصور في المطارح العلية على الد الخصام المفحم بنطقه المعاصرين ومسلمهم جمع الد[illegible]

بالالزام مولانا واستاذنا الهمام المولوي محمد صدر الدين خان بهادر لا زال تخت [illegible] و فضه

باهرة على السوابق الاكمل ولا برح مستفيده بمقتضى المرام فلله دره من تحقيقات بديعة [illegible]

يجدنها فكانها من الالهام ولا سيما عشرة من الاوائل مسكته هو ابو عذرتها فيا لها من

لا استحكام كم فيه من نفائس معان تتبادل في جوانح الاعلام وعرائس ابان بالمحبة محاسنها

الاوان [illegible] من غرر المضامين [illegible] جدها عن جوهها المتام وابكار افكار لم [illegible]

المدارك العالي المقام فلا ادري حسان الكلام ام حور مقصورات في الخيام بل رسائل لم ينسج

ناسج على منوالها الى هذا العام ومقالة لم يظفر الدهر الداهر بمثالها المستقام حرية بان تكتب بالنور على

صدور الحور السالكات دار السلام بل بسويداء القلوب على الواح النفوس المقدسة عن دنس الاوهام

تبدي نجوم من سماء الكلام [illegible] افاق كل ظلام او درة [illegible] ظاهرة ام زهرة

ما نظمت بكمام [illegible] افكار [illegible] في الاكمام بل [illegible] لحظاتها

جرحت فؤاد [illegible] بسهام لا [illegible] قد علقت [illegible] في [illegible] حل

المدارس الحرام ومسجد الموصوف [illegible] فهو المقال [illegible] محل [illegible] حيث [illegible] كل مقام

قد كنت في تاريخها متفكرا [illegible] الكتاب [illegible] بالالهام [illegible] فيا [illegible] انفع

الاوهام لا يبلغ العلماء كنه مقاله الا الذي هو فائق الاعلام سحر البديع نثره وكلامه السلسال

قد ازرى بالتمام [illegible] لنور [illegible] اذانه قد صار بدر تمام لكنه ما عابه نقص المحاق والانحسار

بالاحتجاب بغمام قد خاق مولانا على [illegible] بل [illegible] من الاعلام صدر الافاضل والاماثل

اظلم بحر العلوم وفوق کل امام مولای فی کل الامور وسیدی وانا الغلام لہ وذاتی غلام
مہ قبلۃ الآمال کعبۃ منیتی ملجای فی الدارین کہف انام بالنبی نوہا قبل ابد تا من ذلک
الحد ۔ فلا حامی لا زال غث فوحہ متعاطراً ما ناحت الورقاء بشام تمت ما تجمر

حقائقِ تحریکِ بالاکوٹ

شاہ حسین گردیزی

باہتمام

شاہ تراب الحق

ناشر:- مجلس اتحاد اسلامی

میمن مسجد مصلح الدین گارڈن ۔ کراچی